تحریک طالبان پاکستان

شمارہ: 05

جمادی الاول ۱۴۳۹ ھ بمطابق فروری 2018



مجلہ طالبان!

سرزمین پاکستان پر جاری جہاداورمجاہدین کی خبریں امتِ مسلمہ تک پہنچاتاہے ۔

پاکستان کے مرتد حکمرانوں اوربکے ہوئے جرنیلوں کی حقیقت عوام پر واضح کرتاہے ۔

ان حقائق کو سامنے لاتاہے جن کو دجالی میڈیا مسخ کرکے پیش کرتاہے ۔

قائدین جہادکے پیغامات امت مسلمہ تک پہنچانا اوان کی صفوں میں اتحاد پیداکرنے کی کوشش کرتاہے۔

جہاد اور اہل جہاد کا دفاع کرتا اور ان پر لگائے گئے جھوٹے اور بے جاالزامات کاجواب دیتاہے ۔

امتِ مسلمہ کو جہاد فی سبیل اللہ ، انفاق فی سبیل اللہ اور ہجرت فی سبیل اللہ کی ترغیب دیتاہے ۔

تاکہ دنیا سے کفر وشرک اور ظلم وناانصافی ختم اورخلافت علیٰ منہاج النبوہ قائم ہوجائے۔

من مأدبة الله

يَسْـَٔلُونَكَ عَنِ ٱلْأَنفَالِ قُلِ ٱلْأَنفَالُ لِلَّهِ وَٱلرَّسُولِ فَٱتَّقُوا ٱللَّهَ وَأَصْلِحُوا ذَاتَ بَيْنِكُمْ وَأَطِيعُوا ٱللَّهَ وَرَسُولَهُۥٓ إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ۔

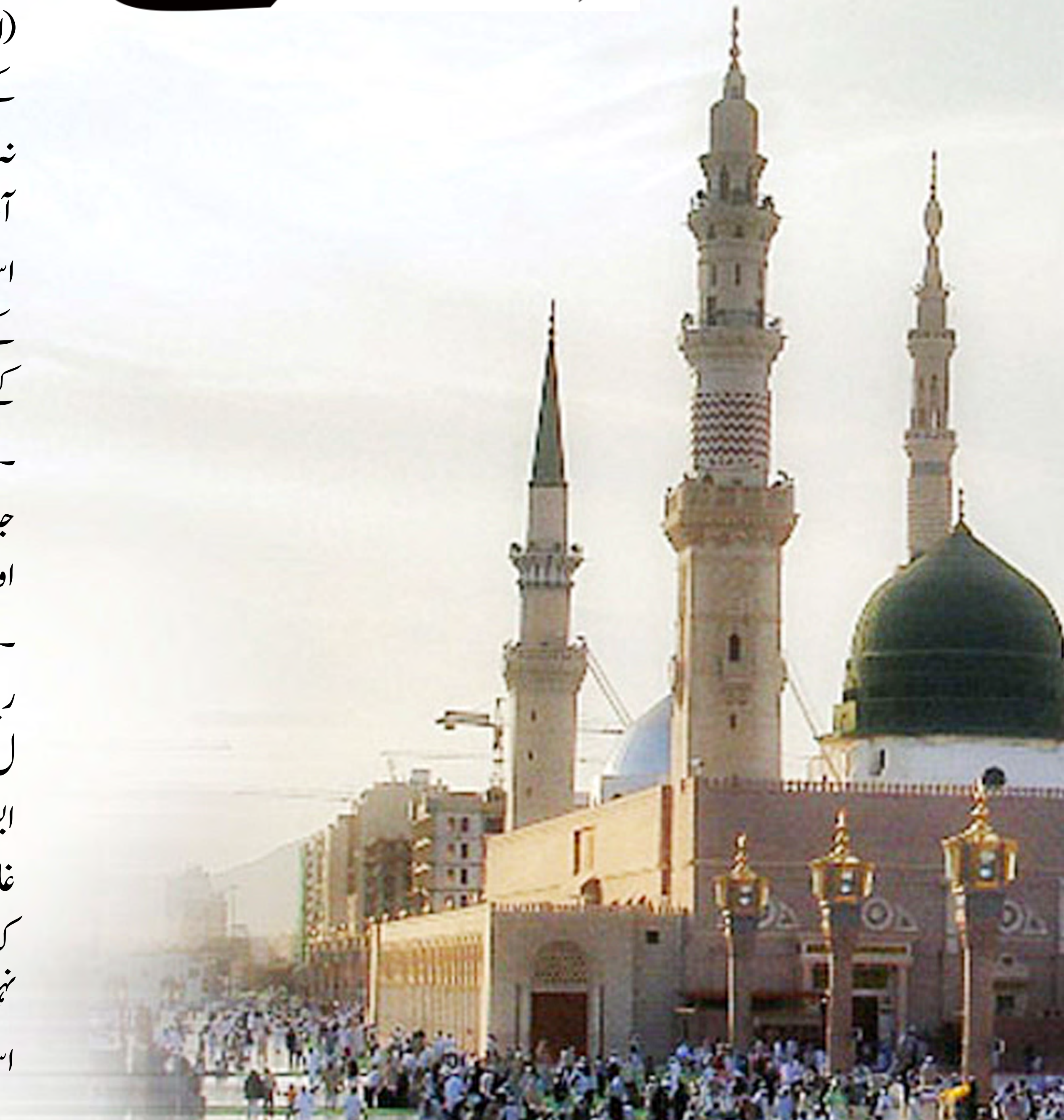
"تجھ سے پوچھتے ہیں حکم غنیمت کا، تو کہہ دے کہ مال غنیمت اللہ کا ہے اور رسول کا، سو ڈرو اللہ سے اور صلح کرو آپس میں ، اور حکم مانو اللہ کا اور اس کے رسول کا اگر ایمان رکھتے ہو" ۔

تفسیر : جنگ بدر کے موقع پر جب دشمن کو شکست ہوگئی تو صحابہ کرام تین حصوں میں تقسیم ہوگئے تھے، ایک حصہ آنحضرت (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی حفاظت کے لئے آپ کے ساتھ رہا، دوسرا حصہ دشمن کے تعاقب میں روانہ ہوگیا، اور تیسرا حصہ دشمن کے چھوڑے ہوئے مال غنیمت کو جمع کرنے میں مشغول ہوگیا، یہ چونکہ پہلی جنگ تھی اور مال غنیمت کے بارے میں مفصل ہدایات نہیں آئی تھیں ، اس لئے اس تیسرے حصے نے یہ سمجھا کہ جو مال انہوں نے اکھٹا کیا ہے وہ انہی کا ہے (اور شاید زمانۂ جاہلیت میں معمول ایسا ہی رہا ہوگا) لیکن جنگ ختم ہونے کے بعد پہلے دوگروہوں کو یہ خیال ہوا کہ وہ بھی جنگ میں برابر کے شریک تھے ؛ بلکہ مال غنیمت اکھٹا ہونے کے وقت زیادہ اہم خدمات انجام دے رہے تھے ، اس لئے ان کو بھی اس مال میں حصہ دار ہونا چاہیے، یہ ایک فطری تقاضا تھا جس کی بنا پر ان حضرات کے درمیان بحث کی بھی نوبتائی ، جب معاملہ آنحضرت (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے پاس پہنچا تو یہ آیات نازل ہوئیں جن میں بتادیا گیا کہ مال غنیمت کے بارے میں فیصلے کا مکمل اختیار اللہ اور اس کے رسول کو ہے ، چنانچہ بعد میں اسی سورت کیا یت نمبر : ۱۴ میں مال غنیمت کے بارے میں مفصل احکام آگئے، زیر نظر آیت نے ہدایت دی کہ اگر مسلمانوں کے درمیان کوئی رنجش ہوئی ہے تو اس وضاحت کے بعد اسے دور کرکے باہمی تعلقات درست کرلینے چاہئیں۔

رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے بروایت حضرت جابر (رضی اللہ عنہ) بخاری ومسلم میں منقول ہے کہ آپ نے فرمایا کہ مجھے پانچ چیزیں ایسی عطا ہوئی ہیں جو مجھ سے پہلے کسی پیغمبر اور ان کیا مت کو نہیں ملیں انھیں پانچ میں سے ایک یہ ہے کہ احلت لی الغنائم ولم تحل لاحد قبلی، یعنی میرے لئے اموال غنیمت حلال کردیئے گئے حالانکہ مجھ سے پہلے کسی کے لئے حلال نہ تھے۔ آیت مذکورہ میں انفال کا حکم یہ بتلایا گیا کہ وہ اللہ کے ہیں اور رسول کے ۔ معنی اس کے یہ ہیں کہ اصل ملکیت تو اللہ تعالیٰ کی ہے اور متصرف ان میں اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں جو حکم خداوندی کے مطابق اپنی صوابدید پر ان کو تقسیم کرتے ہیں ۔(ترجمہ وتفسیر :معارف القرآن وآسان قرآن)

اداریہ

اسلامی ریاست



محترم ومعزز قارئین ! ایک ملک تب اسلامی ملک او ریاست بنتا ہے جب وہاں اسلامی نظام نافذ ہو ۔ جس ملک میں شریعت نافذ نہ ہو وہ اسلامی نہیں ہوسکتا۔ اسلامی ریاست وہ ہوتی ہے جہاں اسلام نظام نافذہو ۔ جس ملک میں غیر اسلامی او کفری نظام نافذہو وہ ملک اسلامی نہیں بلکہ غیر اسلامی اورکفری ملک کہلاتاہے اگرچہ اس کے باشندے مسلمان ہوں ۔ تو حکم نظام کو دیکھ کرلگایاجاتا ہے نا کہ باشندوں کو ۔ اس پر اہل السنت والجماعت کے تمام مکاتب فکر احناف ،حنابلہ ، موالک ، شوافع او اہل ظواہر متفق ہیں ۔احناف کہتے ہیں : "اسلامی ریاست اسے کہتے ہیں جہاں اسلام نافذ ہو"(بدائع الصنائع) مالکیہ کہتے ہیں : "اسلامی ریاست اس کو کہتے ہیں جس میں اسلامی نظام ہو"۔ (المقدمات الممہدات: 285/7)شوافع کہتے ہیں : "جو جگہ اسلامی بادشاہ کے سلطے میں ہووہ اسلامی ریاست کاحصہ ہے اگر چہ وہاں مسلمان نہ ہوں "۔ (تحفۃالمحتاج : 230/4) حنابلہ کہتے ہیں : "جہاں مسلمان آجائیں اور اسلامی نظام نافذوجاری کردیں تو وہ اسلامی ریاست ہےاوجہاں اسلامی نظام نافذنہ ہو وہ اسلامی ریاست نہیں ہے اگر چہ اسلامی ریاست کے ساتھ ملحق ہو "۔ (احکام اہل الذمۃ لابن قیم :366/1) ظاہریہ کہتےہیں : "اسلامی ریاست اسے کہتے ہیں جہا ں اسلام کی حکمرانی ہو" ۔ (المحلی : 140/3)شوکانی رحمہ اللہ کہتے ہیں :" اعتبار اس بات کا کیا جائے گا کہ قانون کس کا ہے ، اگرقانون اسلامی ہے توریاست اسلامی اواگر قانون غیر اسلامی ہے تو ریاست غیر اسلامی یعنی کفری ہوگی" ۔ (السیل الجرار: 575/4)ابن السعدی رحمہ اللہ کہتے ہیں :" اسلامی ریاست وہ ہے جہاں مسلمانوں کی حکمرانی ہو او اسلام نافذہو او کنٹرو ل او اثرورسوخ مسلمانوں کا ہواگرچہ اکثریت کافروں کی ہو "۔ قاضی ابو یعلی رحمہ اللہ فرماتے ہیں : "کفری ریاست اسے کہتے ہیں جہاں غالب نظام او قانون غیر اسلامی ہو " توایک ملک صرف اس وجہ سے کہ وہاں اسلامی مدارس ، مساجد او دیگر اسلامی ادرےقائم ہیں اسلامی نہیں ہوسکتا۔ ۔ انصاف سے بتائیں پاکستان میں غالب نظام کونسا ہے ، اسلامی یاغیر اسلامی ؟اگر اسلامی ہے تو پھر سوال یہ ہے کہ مذہبی سیاسی جماعتیں کیوں شریعت کا مطالبہ کرتی ہیں یہ تو تحصیل حاصل ہے ۔ حقیقت یہ ہے کہ پاکستان کانظام کفری او غیر اسلامی ہے ۔ بلکہ نعوذباللہ آئینِ پاکستان کے رو سے اسلام ابھی تک قانون بھی نہیں ہے ۔ ہاں قانون بن سکتاہے لیکن اس صورت میں کہ پارلیمنٹ کیا کثریت اسے پاس کرلے ۔ آیا وہ ملک اسلامی ہوسکتاہے جس میں اسلام کو ابھی تک قانو ن کی حیثیت بھی حاصل نہ ہو؟ بلکہ مستقبل میں آئین بن سکتاہو بشرطیکہ سفارش کی صورت میں اسے پارلیمنٹ کے خداؤں کے سامنے پیش کیا جائے او ان سے درخواست کی جائے کہ براہ کرم آپ حضرات اس کو قانون کادرجہ دیں ۔ حا لانکہ مسلمانوں کا عقیدہ تو یہ ہے کہ اسلام قانو ن ہے کوئی اسے پاس کرے یانہ کرے ۔ لیکن آئینِ پاکستان کا عقیدہ یہ ہے کہ شریعت قانون بننے کے لیے اکثریت کی منظوری کی محتاج ہے ۔ نعوذباللہ آئینِ پاکستان کے نزدیک اکثریت اللہ سے زیادہ طاقتور ہے ۔ اللہ رب العزت تو فرماتاہے کہ شریعت محمدیہ علی صاحبھاالصلوٰۃ والسلام قانون ہے لیکن آئینِ پاکستان کہتاہے کہ نہیں جب تک کہ عوامی نمائندوں کیا کثریت اسے پاس نہ کرلے ۔ برطانوی آئین بھی یہی کہتاہے بلکہ تمام آئینوں کے روسے اسلام قانون بن سکتاہے بشرطیکہ اکثریت اسے منظور کرلے ۔تو کس دلیل کی بنیاد پر پاکستان اسلامی ریاست اوردوسرے ممالک غیر اسلامی ؟ اگرنظام کی طرف دیکھاجائے جس سے اسلامی او غیر اسلامی ریاست میں فرق کیا جاتا ہے تو وہ پاکستان ،ہندوستان او برطانیہ وامریکہ وغیرہ میں ایک ہی ہے جو کہ یقیناً کفری ہے ۔ تو قارئین کرام آئیں تحریک طالبان پاکستان کی صفوں میں شامل ہوکر وطن عزیز پاکستان کو اسلامی بنانے کے لیے مسلح جدوجہد یعنی جہاد فی سبیل اللہ کی تربیت حاصل کریں تاکہ اسلام آباد میں اسلام آباد اور کفر برباد ہو،جمہوریت مردہ با د اور شریعت زندہ باد ہو ۔

صبر کا معرکہ

شیخ ناجی۔
مترجم : مفتی ابو عمر بونیری حفظہ اللہ



{وَجَعَلْنَا بَعْضَكُمْ لِبَعْضٍ فِتْنَةً أَتَصْبِرُونَ}(القرآن)
"ہم نے تم میں سے بعض کو بعض کے لیے آزمائش بنادیاہے ، کیا تم صبر کروگے ؟ "

الحمد لله والصلاة والسلام علیٰ رسول الله اما بعد!

"فتح توایک گھڑی صبر ہی کا نام ہے "۔ (انما النصر صبر ساعة)

یہ مقولہ دشمن کے خلاف کسی بھی معرکہ میں فتح کے راستہ کو مختصر کردیتاہے ، اس کی وضاحت کے لیے ایک لطیف مثال دی گئی ہے جو اس کے مطلب کو مزید واضح کرتی ہے ، وہ مثال یہ ہے : " آپ تصور کریں کہ آپ نے اپنی انگلی اپنے حریف کے دانتوں کے نیچے دی ہوئی ہے جبکہ آپ کے حریف کی انگلی آپ کے دانتوں میں ہے ، اور شکست خوردہ وہی کہلائے گا جو پہلے چیخ ماردے ، تو پھر ہوا یوں کہ آپ پہلے چیخ پڑے تو آپ کے حریف نے اپنی فتح کے بعد آپ سے کہا کہ اگر آپ اس لمحے صبر کرلیتے تو میں آپ سے پہلے چیخ پڑتا اور اپنے دانتوں کا دباؤ آپ کیا نگلی سے اٹھادیتا تو یقینا اس صورت میں آپ جیت جاتے "۔

جس دن اور جس لمحے روس نے افغانستان سے انخلاء کا فیصلہ کیا اس وقت اس کی طاقت اور اسلحہ افغانیوں سے کم نہیں تھا ، بلکہ وہ طاقت اور اسلحےمیں افغانیوں سے کئی گنابڑھ کرتھا ، اسی طرح اس کی تربیت یافتہ افواج افغانیوں سے تعداد اور صلاحیت کے اعتبار سے بھی کم نہیں تھیں ، اس طرح اسلام کی ابتدائی فتوحات کے زمانے میں جب روم اپنی سلطنت کی اراضی یعنی مصر اور شام سے پسپاہوا اس وقت اس کی تعداد اور تیاری مسلمانوں کی تعداد اور تیاری سے کئی گنا بڑھ کر اور بہتر تھی ، تو پھر کس وجہ سے اس کو شکست ہوئی ۔۔۔۔؟ کیا وجہ بنی ۔۔۔۔۔؟ کبھی کبھار ایسے فیصلے ہوجاتے ہیں کہ عسکری تجزیہ نگار ایک دن قبل تک اس کی توقع بھی نہیں رکھتے ۔ یہ جو کچھ ہو ا اس کو عسکری کتابوں میں "جنگی ارادہ (مورال) کی شکست اور زوال کہتے ہیں ، اور جنگی ارادہ کا زوال دوصورتوں میں ہوتاہے :

1۔ جب پسپائی اختیار کرنے والافریق (بشرطیکہ وہ عقلمند ہو) دیکھتا ہے کہ جنگ کے دوام کی صورت میں مالی اور مادی خسارہ ،حاصل ہونے والے فوائد سے زیادہ ہوگا ۔ (اس خسارہ کی کئی صورتیں ہوسکتی ہیں) ۔

2۔ جب پسپائی اختیار کرنے والے کا صبر ختم ہوجائے ۔

پہلی صورت کو دوسری صورت میں ملاکر یوں کہاجاسکتاہے کہ" پسپائی اختیار کرنے والے فریق کےصبر کے ختم ہونے کی وجہ سے "جنگی ارادہ (مورال) ختم ہوجاتا ہے "۔

اس مضمون میں ہم یہ بات بیان کرنے کی کوشش کریں گے کہ دشمن ہمارا صبر جلد ازجلد ختم کرنے کے لیے کیا طریق کار اختیار کرتاہے اور اس کا صبر ختم کرنے کے لیے کیا طریق کار اختیار کرنا ہوگا ؟ اس سوال کے جواب میں ، میں ان اہم امور کاذکر کروں گا جنہیں دشمن ہمارے صبر کو جلد ختم کرنے کے لیے بروئے کار لاتاہے ، نیز یہ بات بھی ذکرکی جائے گی کہ کچھ وجوہات کی بنا پر جن کا ذکر بھی عنقریب آجائے گا ، دشمن کی طرف سے اٹھائے گئے اقدامات کا ڈٹ کرمقابلہ کرنا ہی دراصل اس کے صبر کے جلد ختم کرنے کی کنجی ہے ، اسی طرح ہمیں اپنا مقصد حاصل کرنے کے لیے کچھ کاموں میں جلدی کرناہوگی ۔

ہم شروع میں ایک اہم نکتہ ذکر کریں اور وہ یہ ہے کہ طواغیت اور ان کی افواج اپنی نفسیات اور مزاج کی وجہ سے زیادہ طویل مدت تک دباؤ کی کیفیت میں نہیں رہ سکتے ،یہی وجہ ہے کہ یہ لوگ ایک ہی دفعہ میں تسلسل کے ساتھ اسلامی تحریکوں کا خاتمہ نہیں کرپاتے بلکہ ہر کچھ عرصے بعد اس پر ضرب لگانے کی کوشش کرتے ہیں ، بلکہ اس کے لیے بھی نئے سرے سے ایسا منصوبہ تشکیل دیتے ہیں کہ ایک ہی دن میں آناً فاناً اس تحریک کا کام تمام کردیں کیوں کہ ان کو پتہ ہے کہ ان کی اور ان کی افواج کی تعداد اور طاقت کتنی ہی زیادہ کیوں نہ ہوجائے ، یہ لوگ طویل معرکہ کی طاقت نہیں رکھتے ۔

معرکے کی مدت بڑھانے اور دشمن کو مزید سخت دباؤ میں رکھنے کا ایک طریقہ دشمن کی ایک بڑی تعداد کو قتل کرنا ہوتا ہے ، اس سے اولاً تو دشمن اپنے منصوبوں پر نظر ثانی کرکے معرکے کی طوالت کو ختم کرنے کی کوشش کرتاہے ، ثانیاً اس سے دشمن کی قیادت اور اس



صبر کا معرکہ

شیخ ناجی۔

مترجم : مفتی ابو عمر بونیری حفظہ اللہ

کی افواج ایسی بُری نفسیاتی صورت حال سے دوچار ہوجاتی ہیں جس کا طویل مدت تک سامنا کرنا ان کے بس سے باہر ہوتا ہے اور اس سے ان کے سپاہی اور افسران تڑپنے لگتے ہیں اور پھر یا تو وہ احکامات نافذ نہیں کرتے یا راہ فرار اختیار کرلیتے ہیں ۔ چنانچہ مذکورہ صورتحال کو دیکھتے ہوئے طاغوت اپنی فوج کو پیچھے کرکے معرکوں سے بچانے کی کوشش کرتاہے اور تصادم سے بچتے ہوئے معرکہ کی مدت کو بڑھاتا ہے مگر یہ تب ہی ممکن ہوتاہے کہ وہ کوچ نہ کرے اور اس کے پاس کوچ مؤخر کرنے کی گنجائش بھی ہو اور اسے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اس معرکے کو مؤخر کرنے سے وہ مجاہدین کو اپنے معسکرات مضبوط کرنے اور اپنی صلاحیتیں بڑھانے کا موقع دے رہاہے لیکن وہ اس امید سے مجبور ہوتا ہے کہ ممکن ہے کہ وہ داخلی یاخارجی ذرائع سے مستقبل میں اپنی صلاحیتوں کو مضبوط کرلے ۔ چنانچہ بدترین حالات میں بھی وہ یہ کام کرتاہے اور تصادم سے بچتے ہوئے معرکے کو طول دینا یاتو کوچ کرنے سے قبل بڑی تعداد میں اموال لوٹنے کے لیے کرتاہے یا طویل مدت تک مذکورہ علاقے میں ٹھہرے رہنے کے متعلق اپنی قیادت کے احکامات پر عمل کرنے کی خاطر ، تاکہ اس دوران کی قیادت کوئی متبادل حل تلاش کرسکے ، اس لیے ہم کہتے ہیں کہ دشمن چاہتاہے :

1۔ حتی الامکان جنگ کادورانیہ کم کرے ۔

2۔ اپنے فوجیوں کو خونریزی سے بچائے کیوں کہ وہ جانتا ہے کہ اس سے اس کی فوج پر رعب پڑتاہے اور جنگ کے لمبا ہونے کا سبب بھی بنتا ہے۔

مذکورہ دونوں اہداف کے حصول کے لیے دشمن ایک اور خبیث چال چلتاہے اور وہ یہ ہے کہ وہ ابتداء میں حتی الامکان خونریزی سے پرہیز کرتاہے اور اس دورا ن نوجوانوں کی کثیر تعداد جیلوں میں بند کرکے یہ مشہور کرتاہے کہ جو بھی مزاحمت کیے بغیر گرفتاری دے دے گا اسے کچھ نہیں کہاجائے گا ۔ حالانکہ بنیادی طور پر اس کو یہ امید بھی نہیں ہوتی کہ معاملہ یہاں تک پہنچ جائے گا (یعنی دشمن کو اتنی قدرت حاصل ہوجائے گی)۔

اس مرحلے میں جب کہ نوجوانوں کی کثیر تعداد جیل سے باہر ہوتی ہے ابتدا میں دشمن اکثر جیلوں میں اپنادباؤ زیادہ تر صرف ان افراد پر ڈالتاہے کہ جن پر دباؤ بڑھانے سے اس کا کوئی مقصد حاصل ہوتاہے پھر جب بڑی تعداد میں ساتھی جیل میں جمع ہوجاتے ہیں تو دشمن جیل کے اندر تمام ساتھیوں اور جیل سے باہر ان کے اہل خانہ پر دباؤ بڑھادیتاہے چنانچہ وہ جیلوں کو جہنم کا نمونہ بنادیتاہے اور ملاقاتوں پر تقریباً پابندی عائد کردیتاہے اور ایسی ہر قسم کی معاونت اور کمک پر گہری نظر رکھتاہے جو جیلوں میں موجود ساتھیوں کے اہل خانہ تک پہنچ رہی ہو ، نتیجۃً حالات بد سے بدتر ہوجاتے ہیں اور لوگ بھی اپنے اہل خانہ کو مجاہدین کے ساتھ ملنے سے اور ان کے ساتھ تعاون کرنے سے روک دیتے ہیں کیونکہ ان کے سامنے بہت سی عبرتناک مثالیں موجود ہوتی ہیں ۔مجاہدین کی حالت خراب سے خراب تر ہوجاتی ہے اور طاغوت اس سے فائدہ اٹھاکر اپنی کم سے کم خونریزی اور زیادہ سے زیادہ گرفتاریوں کی پالیسی تبدیل کرکے بیخ کنی کی پالیسی پر عمل پیرا ہوجاتا ہے (واضح رہے کہ اس سے پہلے طاغوت عوام کو میڈیا کے ذریعے اس پالیسی کے لیے تیار بھی کرچکاہوتاہے) چنانچہ وہ چھاپوں کے دوران خونریزی شروع کردیتاہے اور یہیں سے معاملہ اپنے اختتام کو پہنچنا شروع ہوجاتا ہے اور مجاہدین کا صبر ختم ہونے لگتاہے (اللہ تعالی وہ وقت ہمیں نہ دکھائے) اس سے پہلے جیلوں میں موجود نوجوانوں کا صبر ختم ہوچکاہوتاہے ۔

اسی دشمن کی ایک پالیسی "افواج جمع کرنا" بھی ہے ، اس پالیسی کے تحت دشمن کچھ شہروں اور دیگر علاقوں کو پرسکون بنانے کے لیے ایک یادو علاقوں میں اپنی افواج جمع کرکے ان میں گرفت آیوں اور جھڑپوں کو بڑھادیتاہے ،تاکہ اس کی افواج کو اطمینان حاصل ہوجائے ، کیوں کہ ان کی تعداد مجاہدین سے کئی گنازیادہ ہوتی ہے ،پھر دشمن اس علاقے پر اپناقبضہ مضبوط کرنے کے بعد دوسرے پرسکون علاقوں کی طرف اپنی افواج منتقل کردیتاہے ۔

تقریباً یہ تمام کام مصر کی خبیث حکومت جہادی تحریکوں کے خلاف کرچکی ہے۔ (جن ممالک میں جہادی سرگرمیاں جاری ہیں ان سب میں یہی صورتحال ہے)اس حکومت نے عمومی طور پر تمام

صبر کا معرکہ

شیخ ناجی۔
مترجم : مفتی ابو عمر بونیری حفظہ اللہ



اسلامی قوتوں اور خاص طور پر ان جہادی قوتوں کو نشانہ بنانے کا منصوبہ بنایا تھا جو اسّی کی دہائی کی ابتدا میں اسلامی تحریکوں پر ہونے والے اسی طرح کے حکومتی حملے کے بعد دس سالہ مدت میں زور پکڑ چکی تھیں ۔ واضح رہے کہ اسلامی تحریکوں پر اسّی کی ابتدا میں ہونے والا حکومتی حملہ سادات کے قتل سے قبل شروع ہوا اور سادات کے قتل کے بعد عدالتوں سے چھٹکارا پانے پر ختم ہوا ۔ مقصد یہ ہے کہ خبیث مصری حکومت نے جب نوّے کی دہائی میں اسلامی تحریکوں کے خلاف لڑنے کا منصوبہ بنایا تو اس وقت اس کا مقصد فوری طور پر حملہ کرنا تھا ، لیکن اسلامی جماعت نے 'مجحوب ' (پارلیمان کے سربراہ) کو قتل کرکے سخت ردعمل کا مظاہرہ کیا تو اس سے یہ کارروائی دوسال کے لیے مؤخر ہوگئی ۔اسلامی جماعت کو چاہیے تھا کہ مصری حکومت کے اس تردد کا فائدہ اٹھاتی لیکن اس نے مصری حکومت کو اپنے منصوبے کو منظم کرنے اور اسے ترتیب دینے کی خوب مہلت دی اور بڑے پیمانے پر حکومت سے مقابلہ شروع کرنے میں دوسال سستی کا مظاہرہ کیا حالانکہ وہ ایک سال کی مدت میں ہی ضروری احتیاط اور بہت کچھ کرسکتی تھی ، اور پھر جب اس نے مقابلہ شروع بھی کیا تو مصری حکومت کے لیے اپنی افواج ایک جگہ جمع کرنا آسان بنادیا چنانچہ مصری حکومت نے یکے بعد دیگرے مختلف علاقوں اور شہروں میں اسلامی جماعت کے ڈھانچے کو ختم کرنے کا کام شروع کیا ، کچھ افت آد اس جماعت کے بعض قائدین کی سوچ کی وجہ سے بھی پڑی جو معرکے کی ابتدا سے ہی مذاکرات پر نظریں جمائے ہوئے تھے بلکہ ان کا خیال یہ تھا کہ حسنی مبارک کی طرح کسی بھی حکومت کے چند سو فوجی قتل کرکے اسے مذاکرات پر مجبور کیا جاسکتا ہے حالانکہ یہ لوگ یہ بات بھول گئے تھے کہ ان حکومتوں کے ہاں مقتولین کی تعداد کوئی اہمیت نہیں رکھتی البتہ انہیں ان مقتولین کی تعداد کے برابر فوجیوں کے بھگوڑا ہونے کا اندیشہ لگا رہتا ہے ، مگر یہ اندیشہ بھی اس وقت ہوتا ہے کہ جب فوج کی ایک بڑی تعداد کو قتل کیا جائے اور اس کے بعد بھرپور انداز میں اس بات کا میڈیا پر پروپیگنڈا بھی کیا جائے ، جس مین اس کی عمدہ وجوہات اور طاغوتی فوج میں شامل ہونے کی حرمت بھی بیان کی جائے اور ساتھ ساتھ فوجیو ں کو سخت انداز میں قتل کی دھمکی بھی دی جائے ، اس سلسلے میں کوئی فرضی بیان بھی جاری کیا جاسکتا ہے ، جیسے :" ہم نے اتنے ہزار فوجیوں کی لسٹیں ان کے نام پتے کے ساتھ تیار کرلی ہیں جنہیں ان کے گھروں میں بھی مارا جاسکتا ہے " وغیرہ ۔

پھر جب بات چیت اور مذاکرات کا دور آیا تو مصری حکومت ک آپلڑا بھاری تھا کیوں کیا سلامی جماعت کے اراکین کی ایک بڑی تعداد جیلوں میں تھی ، جس سے اسے اپنی شرائط منوانے کا پورا موقع مل گیا، کیوں کہ ظاہر ہے کہ ایسے موقع پر جس کا پلڑا بھاری ہوتا ہے وہی اپنی شرائط منواتا ہے اور دوسرا فریق اپنی شرائط سے پیچھے ہٹتا ہے ۔

واضح رہے کہ ہم تو مرتدین کے ساتھ مذاکرات کو جائز ہی نہیں سمجھتے ،(الا یہ کہ وہ قوت حاصل کریں)خصوصاً ایسے مذاکرات جو اسے اس کے ارتداد کے باوجود تحفظ فراہم کریں ۔

مذاکرات کا یہ راستہ تو دیگر اسلامی تحریکوں کا طرز عمل تھا جہاں تک جہادی تحریکوں کا تعلق تھا تو انہوں نے اب تک مقابلے کا فیصلہ کیا ہی نہیں تھا کیوں کہ ان کی پالیسی یہ تھی کہ نقل وحرکت سے قبل لمبی مادی تیاری کرنی چاہیے مگر بعد میں پھر جہادی تحریکوں کیا س پالیسی کو ختم کردیا گیا کیوں اس سے سانحات جنم لے رہے تھے اور اس کی جگہ متبادل پالیسیاں اختیار کی گئیں اور رازداری میں بے احتیاطی کی وجہ سے ان کی کم ازکم آدھے اراکین کی شناخت اچانک ظاہر ہوگئی ، واضح رہے کہ ایک ایسی حکومت کی موجود گی میں جو اندھا دھند چھاپہ مار کارروائیوں کی پالیسی پر عمل پیرا ہو اس قسم کی رازداری کی غلطیوں کے مضر اثرات سے بچنا بہت مشکل ہوتا ہے خصوصاً جبکہ کہ جہادی جماعت نے اب تک مقابلہ کرنے کا فیصلہ بھی نہ کیا ہو ۔ بہر حال اس سے جہادی تحریک کی قوت کو بڑا نقصان اٹھانا پڑا یہاں تک کہ انہوں نے کچھ عرصے کے لیے کارروائیاں بھی روک دیں مگر اللہ کے فضل سے اس کے موقف میں تبدیلی نہیں آئی اور

صبر کا معرکہ

شیخ ناجی۔

مترجم : مفتی ابو عمر بونیری حفظہ اللہ



اس کی قیادت کی ثابت قدمی اور نقصانات کے باوجود اپنی پالیسی پر عمل پیرا رہنے کی وجہ سے ابھی تک مرتد حکومت اور اس کے آقاؤں کے حلق میں کانٹا بنی ہوئی ہے۔ چنانچہ مرتد حکومت جہادی تحریک کو ختم کرنے کی پالیسی پر عمل نہ کرسکی جس کی وجہ سے وہ اسلامی دعوتی جماعتوں کو بھی ختم نہ کرسکی جو کہ اس کیا گلی پالیسی میں تھا۔

اس نکتے کا خلاصہ یہ ہے کہ اسلامی جماعت کی شکست کا سبب یہ تھا کہ اس کی قیادت کے پاس کوئی عمدہ جہادی نظریہ اور واضح عسکری پالیسی نہیں تھی جس کی وجہ سے اس نے اپنی اسّی فیصد افرادی قوت دعوتی پالیسی کے تحت ناکارہ بنادی بلکہ اس کی وجہ سے ان کی شناخت بھی ظاہر ہوگئی اور مصری حکومت نے انہیں یرغمال بنالیا اور ان کو اسلامی جماعت کا صبر ختم کرنے کے لیے ایک مؤثر آلے کے طور پر استعمال کیا اور یہ سب کچھ ایک ایسے طویل عرصے میں ہوا کہ جس میں اسلامی جماعت کے پاس حکومت کے خلاف جوابی کارروائیوں کے بہترین مواقع اور قوت تھی ۔

جہاں تک اسلامی جماعت کا اپنے عقیدے سے روگردانی اور پیچھے ہٹنے کا تعلق ہے تو اس کی وجہ یہ تھی کہ اس نے اپنی شکست کے بعد مصری حکومت سے برتاؤ کے متعلق غیر شرعی مو قف اپنالیا تھا ، اس بات کے کچھ اور پہلو اور تفصیلات ہیں جن کی وضاحت طول کا باعث بن سکتی ہے ۔ جہاں تک اسلامی جماعت کا تعلق تھا تو میں نہیں جانتا کہ جاہل لوگ کیسے یہ کہنے کی جرائت کرتے ہیں کہ اس کو جو نقصان ہوا وہ اس کے قتال کی وجہ سے ہوا حالانکہ جہادی جماعت کو پہنچنے والا اکثر نقصان اسے اس وقت پہنچا کہ جب اس نے جنگ کا فیصلہ بھی نہیں کیا تھا ۔

آمدم برسرمطلب : ہمیں دشمن کا صبر ختم کرنے اور اس کے مذکورہ دو اہداف اور پالیسیوں کو ناکام بنانے کے لیے کیا کرنا چاہیے ؟ اگر ہمارے پاس دشمن کے برابر طاقت ہوتی تو ہمارے پاس ابتدا ہی میں معرکہ ختم کرنے کی صلاحیت ہوتی کیوں کہ ہماری سپاہ خون اور موت سے نہیں ڈرتی بلکہ وہ اس کی خواہش کرتی ہے کیوں کہ اسے شہادت کا شوق ہوتا ہے لیکن چونکہ ہمارے پاس دشمن کے برابر قوت نہیں (یہ دعوتوں کے سلسلے میں اللہ تعالیٰ کا قانون ہے) اس لیے ہماری پالیسی تمام گذشتہ نتائج کو مدنظر رکھتے ہوئے دشمن کے حملوں کا مقابلہ اور اس کو دردناک اور مضبوط ضربیں لگاتے ہوئے معرکے کی مدت کو دراز کرنا چاہیے ، جبکہ ابتدا میں ہماری توجہ دشمن پر زیادہ سے ز یادہ کاری ضربیں لگانے اور اس کے حملوں کے جواب میں بھر پور جوابی کارروائی ہونی چاہیے اور جب وقت کے ساتھ ہماری یہ پالیسی کامیاب ہوجائے تو پھر ہمیں صرف دشمن پر کاری ضربیں لگانے میں پہل کرنے پر ہی توجہ دینی ہوگی کیوں کہ ماضی کے کامیاب تجربات کی روشنی میں دوسرے مرحلے میں دشمن کا کام دفاعی پوزیشن میں رہ کر صرف ہمارے حملوں کا مقابلہ کرنا ہوگا یہاں تک کہ ہم اللہ تعالی کے حکم سے اس کو مکمل تباہ کرنے کے مرحلے تک پہنچ جائیں ۔

جہاں تک دشمن کا اپنی افواج ایک یا دو علاقوں میں جمع کرنے کی پالیسی کا تعلق ہے تو اس پالیسی کو ہم زمین کے بڑے حصے میں وسیع پیمانے پر اپنی کارروائیاں پھیلا کر ناکام بنا سکتے ہیں ، چاہے یہ کارروائیاں ابتدا میں محدود پیمانے پر ہی کیوں نہ ہوں لیکن ان کا زمین کے بڑے حصے پر پھیلنا ضروری ہے ۔

جہاں تک دشمن کا بڑی تعداد میں ساتھیوں کو جیلوں میں بند کرنے کی پالیسی کا تعلق ہے تو اس پالیسی کو ہم مندجہ ذیل طریقوں سے ناکام بنا سکتے ہیں:

1۔ وہ اسباب جو ایک مجاہد کی سیکورٹی کو نقصان پہنچاتے ہیں ان کی تلافی کرنا اور امنیتی تدابیر پر حتی المقدور عمل کرنا، اور اس نکتے کی مناسبت سے ساتھیوں کے درمیان اس طرح کے قصے پھیلانا کہ " ایک مجاہد ساتھی کو چیک پوسٹ سے گذرنا تھا ، اس کے پاس سیڈیز اور کچھ اہم دست آویزات تھیں جن کے متعلق اسے حکم تھا کہ انہیں ضائع کردے تاکہ چیک پوسٹ سے ارام سے گذرجائے لیکن اس نے کسی وجہ سے انہیں ضائع نہیں کیا اور دعائیں اور اذکار پڑھتے ہوئے چیک پوسٹ سے سلامتی کے ساتھ گذر گیا" الحمد للہ ہمارے تمام ساتھی اس طرح کے واقعات کی سچائی کو مانتے ہیں لیکن

صبر کا معرکہ

شیخ ناجی۔

مترجم : مفتی ابو عمر بونیری حفظہ اللہ



ہمارے لیے اس بات کو جاننا بھی ضروری ہے کہ مذکورہ ساتھی نے رازداری کے متعلق تعلیمات کی خلاف ورزی کی اور اپنے ساتھ اپنے ان ساتھیوں کو بھی خطرے میں ڈالا جنہیں وہ جانتا تھا ،لہٰذ اس کی وجہ سے وہ گناہ گار ہوگا اور اس کا یہ گناہ کبھی دیگر گناہوں سے مل کر اگلی بار ذکر واذکار کے اثر کو بھی ختم کرسکتا ہے کیوں کہ ذکرواذکار پر عمل کرنا امیر کا حکم ماننے اور ظاہری اسباب اختیار کرنے کے بعد ہے ۔

اسی طرح اپنے متعلق معلومات کے علاوہ دیگر امور جو اس سے متعلق نہیں یا ان کو جاننے کیا س کو ابھی ضرورت نہیں ، کو جاننے کی کوشش کرنا بھی سیکورٹی کی صورت حال کو بدتر کرسکتا ہے ۔ مجاہد کی تو شان یہ ہونی چاہیے کہ ”لایزید ولایستزید“ یعنی وہ دوسرے سے پوچھے تو بقدرضرورت پر اکتفا کرے اور دوسرے کو ضرورت کے تحت کچھ بتائے تو اتنے پر اکتفا کرے جتنا پوچھنے والے کو ضرورت ہے تاکہ بصورت گرفتاری جب اس کے پاس کم معلومات ہوں گی تو دشمن کی نظروں میں غیر اہم ثابت ہوگا جس کی وجہ سے رہا ہونے کا امکان ہوگا اور ابتلاء وآزمائش کی شدت سے دوسروں کو بھی نقصان نہیں ہوگا کیوں کہ جب کسی کے بارے میں جانتا ہی نہ ہوگا تو بتائے گا کیا ۔ امنیت میں بے احتیاطی کی وجہ سے نقصانات کے کئی ایسے واقعات موجود ہیں جنہیں دیکھ کر اس کی اہمیت کا اندازہ بآسانی کیا جاسکتا ہے ۔

2۔ دشمن کیا س حکمت عملی (یعنی ساتھیوں کی بڑی تعداد کوجیلوں میں ڈالنا)کو ناکام بنانے کا دوسرا طریقہ یہ ہے کہ جب بھی دشمن کسی گرفتاری کے لیے چھاپہ مارے تو اس کا ڈٹ کرمقابلہ کیاجائے اور اس چھاپے کو اس کے لیے جہنم کا نمونہ بناکر اس کیا فواج کو بڑی تعداد میں قتل کیاجائے اور اسے زبر دست جانی ومالی نقصان پہنچایاجائے تاکہ وہ اس قسم کے چھاپے مارنے سے قبل ہزار بار سوچے اور اسے اس کے لیے لمبی اور مکمل تیاری کی ضرورت محسوس ہو اور اگر چھاپے کے دوران مقابلہ ممکن نہ ہو توجیسے ہی چھاپہ ماراجائے اور اس میں کسی ساتھی کی گرفتاری عمل میں آئے تو فوراً اس کے ردعمل میں ہلاکت خیز جوابی کارروائی کی جائے اور میڈیا پر اس بات کا اعلان بھی کیاجائے کہ یہ حملہ فلاں ساتھی کی شہادت یا گرفتاری کا ردعمل ہے ۔ شروع میں صلیبیوں یا ان کے مرتد ایجنٹوں کیا فواج پر ہونے والی کچھ جارحانہ کارروائیوں کے متعلق میڈیا پر اعلان کیاجائے کہ یہ کارروائیاں دشمن کی طرف سے ہمارے ساتھیوں پر روارکھے جانے والے سلوک اور اس کی طرف سے گرفتاریوں کا ردعمل ہے اور یہ کہ ہم دشمن اور اس کے صلیبی آقاؤں کو تباہ کرنے کے لیے ان کو نشانہ بناتے رہیں گے ۔ واضح رہے کہ ہم حد سے تجاوز کرنے والے سرکشوں کو نشانہ بنانے سے ہرگز باز نہیں آئیں گے اور ان کے یہ چھاپے ہمیں مزید سخت کارروائیوں پر مجبور کرسکتے ہیں ، گذشتہ تمام باتیں اسی پالیسی کا حصہ ہیں جس پر ہمارے جزیرۃ العرب کے شیر عمل پیرا ہیں ، اللہ تعالیٰ انہیں ثابت قدمی اور جے رہنے کی توفیق نصیب فرمائے ، آمین ۔

ہمارے لیے اس بات کو سمجھنا انتہائی ضروری ہے کہ کفار اور مرتدین کے نزدیک جنگ کی بنیاد زیادہ تر مادی اور دنیاوی مفادات ہیں ، ان کے پاس جنگ کے لیے دنیوی محرکات ہیں جنہیں وہ دین کا یا خود ساختہ جھوٹے ثقافتی محرکات کا لباس پہناتے ہیں اور دنیا کو یہ دکھاتے ہیں کہ ہم تو اپنے دین کی خاطر لڑرہے ہیں یا پھر یہ ہماری ثقافت اور تہذیب کے تحفظ کی جنگ ہے ، آبائی عقیدے کا محرک جنگ کا واحد سبب نہیں بلکہ یہ ان کے اور جاہل پیروکاروں کے لیے جنگ کی طرف دھکیلنے والے دیگر اسباب میں سے ایک سبب ہے ، البتہ یہ بنیادی سبب نہیں بلکہ یہ ان کی جنگ کا بنیادی سبب اور ان کی نقل وحرکت کا ایندھن دنیوی مفادات اور بقا ہے ، یہ اسی کی خاطر لڑتے اور مرتے ہیں اور پھر بقا بھی کوئی عام انسانوں کی طرح نہیں جو ہرقسم کی سہولتوں سے خالی ہو بلکہ ایسی بقا جو خود ان کے اور ان کے اتحادیوں کے لیے پُرکیف اور باسہولت زندگی کی ضامن ہو ۔ اسی لیے انہیں اس جنگ میں صبر اور دوام بخشنے کے لیے ان کی مددگار قوتیں اس وقت تک ان کے ساتھ اتحاد برقرار رکھتی ہیں جب تک اس اتحاد سے ان کو یہ مفادات حاصل ہوتے رہیں ۔ ہمیں یہ بات اچھی طرح

صبر کا معرکہ

شیخ ناجی۔

مترجم: مفتی ابو عمر بونیری حفظہ اللہ



سمجھ لینی چاہیے کہ لڑائی کا طویل ہوجانا اور ایک ایسی قوت کا پایاجانا جو دشمن پر ایسی طاقت ور ضربیں لگائے، جس سے دشمن دفاعی پوزیشن میں چلاجائے اور پھر مکمل پسپائی اختیار کرلے، انتہائی ضروری ہے۔

اور دشمن کے مالی مفادات پر کاری ضربیں لگانا اور اس کو معاشی اور مادی کمک فراہم کرنے والوں کو نشانہ بنانے کی دھمکیاں دینا جب کہ ان دھمکیوں کے ساتھ بہترین ذرائع ابلاغ بھی استعمال کیے جائیں (جیسا کہ ہم نے اپنی میڈیا سے متعلق تفصیلی بحث میں بیان کیاتھا) تو یہ دشمن کو اپنی تنصیبات کی سیکورٹی بڑھانے پر مجبور کردے گا اور یہ پسپا طاقت دشمن کے فوجیوں کو یہ بات سوچنے پر مجبور کردے گی کہ ان کے لیے اس قیادت کے جھنڈے تلے لڑنے سے بقا حاصل نہیں ہورہی اور بے کار مارے جارہے ہیں۔

سوچ وفکر کا یہ مرحلہ یاتوآگے منتقل ہونا شروع ہوجائے گا یا کم ازکم فوجی میدان سے راہ فرار اختیار کریں گے اور بر سرپیکار دونوں قوتوں کے پلڑوں میں سے کسی ایک کے جھکنے کا انتظار کرنے لگیں گے ،یعنی اس انتظار میں رہیں گے کہ کس قوت کو غلبہ حاصل ہوتاہے ۔یہی وجہ ہے کہ ہم دیکھتے ہیں کہ ہماری اس دعوت کے سب سے بڑے دشمن بھی بعد میں ایسے مخلص مجاہد بن جاتے ہیں کہ جو اللہ تعالی کی راہ میں کسی بھی قسم کی قربانی سےدریغ نہیں کرتے، اس حوالے سے ہم ان شاء اللہ تعالی اپنے اگلے مضامین میں بات کریں گے۔

مقصد یہ ہے کہ جنگوں میں صحیح منصوبہ بندی نہ ہوتو جنگ کا طویل ہونا دشمن سے بڑھ کر خود اپنے لیے وبال جان بن جاتا ہے اور دشمن کے صبر سے پہلے ہماراہی صبر ختم کرنے کا سبب بنتا ہے۔

ہم اس مضمون کو ' غزوہ بدر' کے اس واقعے پر ختم کرنا چاہتے ہیں کہ جس وقت مشرکین نے 'عمیر بن وہب جمحی' کو مسلمانوں کے خلاف جاسوسی کے لیے بھیجا تو جب اسے اس بات کا یقین ہوگیا کہ اس کم تعداد پر مشتمل مسلمانوں کے لشکر کو کہیں بھی قریب سے مدد اور کمک ملنے کی توقع نہیں ہے تو اس نے مشرکین سے کہا:

''میرے اندازے کے مطابق مسلمانوں کی تعداد تین سو یااس سے کم وبیش ہے لیکن اے قریش کے لوگو! موت مصائب پر سوار ہوکر آتی ہے اور یثرب کے اونٹ اپنے ساتھ کثیر ہلاکتیں لائے ہیں، اور وہ ایسی قوم ہیں کہ ان کے پاس سوائے اپنی تلواروں کے کوئی اور جائے پناہ نہیں ہے، اللہ کی قسم! میں سمجھتاہوں کہ ان کا ہر آدمی ہم میں سے کم ازکم ایک آدمی کو قتل کرکے ہی مرے گا پس اگر وہ اپنی تعداد کے برابر لوگ بھی ہم سے قتل کردیں تو پھر ایسی زندگی کا کیا فائدہ ہے؟ باقی تم اپنی رائے کا اظہار کرو! آگے تمہاری مرضی ہے''

اس واقعہ سے ہم یہ بات اخذ کرسکتےہیں کہ اگر ہم دشمن کو خوب اچھی طرح یہی احساس دلادیں (جیسے کہ ہمارے اسلاف نے اپنے وقت میں کیاتھا) تو یہ دشمن کی شکست کیا بتداہوگی، قریش پر اس بیان کا کیا اثر ہوا؟ اس کے لیے سیرت کی کتب کا مطالعہ کیجیے ۔ اللہ کے حکم سے یہی شعور دشمن کے صبر کو جلد ختم کرنے کا اولین راستہ ہوگا کیوں کہ ہمارامعرکہ تو صبر ہی کا معرکہ ہے۔

(يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اصْبِرُوا وَصَابِرُوا وَرَابِطُوا وَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ)'' اے ایمان والو!صبر کرو اور مقابلہ میں مضبوط رہو اور لگے رہو اور ڈرتے رہو اللہ سے تاکہ تم اپنی مراد کو پہنچو''۔

سیرت سرورِ کونین ﷺ (قسط چہارم)

اسلام کی دعوت یہ ہے کہ سارے انسان اللہ کو وحدہ لاشریک مانیں ، اس کے سب رسولوں اور سب کتابوں پر ایمان لائیں ، خاتم النبیین محمد رسول اللہ ﷺ کو اللہ کا نبی اور رسول مانیں ، قرآن پر ایمان لائیں ، اور محمد رسول اللہ ﷺ نے اللہ کی طرف سے جو شریعت پیش کی ہے اس کو مانیں ، جو شخص یہ سب قبول کرے گا وہ مسلم ہوگا ، ، اللہ کا فرماں بردار ہوگا ، مستحق جنت ہوگا ۔ اور جو شخص اس دین وشریعت کو قبول نہ کرے گا ، وہ کافر ہوگا ، مستحق دوزخ ہوگا ہمیشہ ہمیشہ آگ کی دائمی عذاب میں رہے گا ۔ جیسا کہ پہلے گذرچکا ہے جب مسلمان کافروں سے جنگ کریں تو تو انہیں پہلے اسلام کی دعوت دیں ، اگر وہ اسلام قبول کرلیں تو کوئی لڑائی نہیں ، جنگ نہیں ، قتال نہیں ۔ اگر اسلام قبول نہ کریں تو ان سے جزیہ دینے کو کہوجائے گا ، پھر اگر جزیہ دینا بھی قبول نہ کریں تو جنگ کی جائے ۔ جہا د کا مقصود اعلیٰ کافروں کو دین حق کی طرف بلانا ہے تاکہ وہ جنت کا مستحق ہوجائیں ، اگر جنگ کرکے کسی قوم کو دوزخ سے بچاکر جنت میں داخل کردیا تو اس میں ان کے ساتھ احسان ہی کیا ، کسی قوم کے تھوڑے سے افراد جنگ میں کام آگئے اور اکثر افراد نے اسلام قبول کیا تو مجموعی حیثیت سے اس قوم کا فائدہ ہی ہوا ، اگر کوئی قوم اسلام قبول نہ کرے اور جزیہ دینے پر راضی ہوجائے اور اس طرح مسلمانوں کی عملداری میں رہنا قبول کرے تو اس میں بھی اس قوم کا فائدہ ہے کہ دنیاوی اعتبار سے ان کی جانیں محفوظ ہوگئیں اور آخرت کے اعتبار سے یہ فائدہ ہوا کہ انہیں دین اسلام کے بارے میں غور کرنے کا موقعہ مل گیا۔ مسلمانوں کی ا ذانیں سنیں گے ، نمازیں دیکھیں گے ، مسلمانوں کاجو اللہ سے تعلق ہے اور جو مخلوق کے ساتھ ان کے معاملات ہیں وہ سامنے آئیں گے ۔ مسلمانوں کے زہد وتقوی سے متاثر ہوں گے۔ اسی طرح سے اقرب ہے کہ وہ اسلام قبول کریں اور کفر سے بچ جائیں اور آخرت کے عذاب سے محفوظ ہوجائیں ۔ رہا جزیہ تو وہ ان کی جانوں کی حفاظت کا بدلہ ہے اور وہ بھی سب پر نہیں ہے ،اور زیادہ نہیں ہے ۔

حضرت امام ابو یوسف رحمہ اللہ نے کتاب الخراج میں لکھاہے کہ عبدالحمید بن عبدالرحمٰن نے حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کو لکھا کہ یہاں حیرہ کے لوگ اسلام قبول کرتے جارہے ہیں جو یہودی ونصرانی ومجوسی ہیں حالانکہ ان پر بھاری تعداد میں جزیہ کی رقوم باقی ہیں ، ان سے جزیہ لینے کیا جازت دی جائے ۔ نے حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے ان کو جواب میں لکھا کہ اللہ تعالی نے محمد رسول اللہ ﷺ کو اسلام کی دعوت دینے کے لیے بھیجاتھااموال جمع کرنے کے لیے نہیں بھیجا، ان لوگوں میں سے جو شخص بھی اسلام قبول کرلے اس کے مال میں (قانونِ شرعی کے مطابق)زکات فرض ہوگی جزیہ ختم ہوجائے گا ۔ وان اللہ جل ثنائہ بعث محمداً ﷺ داعیاً ولم یبعثہ جابیاً فمن اسلم من تلک الملل فعلیہ من مالہ صدقۃ ولاجزیۃ علیہ ۔(کتاب الخراج للقاضی ابی یوسف : (131)(فصل فی المجوس وعبدۃ الاوثان واھل الردۃ)

بات یہ ہے کہ اللہ تعالی نے اپنا دین عام اور تام غالب کرنے کے لیے بھیجا ہے اگردشمنوں کی دشمنی سے اللہ تعالی کے دین کیا شاعت میں آتی یااس میں رکاوٹ ہوجاتی تو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہ کےگھر سے اسلام آگے نہ بڑھتا، دشمن اسلام کیا شاعت میں رکاوٹ لگاتے رہے ، مسلمانوں کو ماتے پیٹتے رہے ، اسلام قبول کرنے والوں کو ختم کرنے کےلیے حملے کرتے رہے ،چڑھائیاں کرتے رہے ، الحمد للہ اسلام اس سب کے باوجود خوب پھیلتارہا،دشمن دانت پیس کر رہ گئے او تلوار کشی کاالزام دیتے رہے ۔ سورۃ الصف میں ارشاد ہے :

يُرِيدُونَ لِيُطْفِئُوا نُورَ اللَّهِ بِأَفْوَاهِهِمْ وَاللَّهُ مُتِمُّ نُورِهِ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ ۔ هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَى وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُونَ۔’’یہ لوگ چاہتے ہیں کہ اللہکے نور کو اپمنے منہ سے بجھادیں حالانکہ اللہ اپنے نور کو کمال تک پہنچائے گا گو کافر کیسے ہی ناخش ہوں ، وہ ایسا ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت او سچا دین دے کر بھیجاہے تاکہ اس کو تمام دینوں پر غالب کردے ، گو مشرک کیسے ہی ناخوش ہوں ۔ (الصف:9)

دین اسلام اللہ کانور ہے ، دین حق ہے ، اس نے اپنے رسول ﷺ کو دین دے کر بھیجاتاکہ زمین میں اجالا ،حق کا بول بالا ہو ، اللہ تعالی اپنے نور کوعام اور تام فرمائے گا، کافروں کی تدبیروں سے اور رکاوٹ ڈالنے سے اسلام کیا شاعت نہ رکی ہے نہ رکے گی (ان شاء اللہ) کافر ومشرک جل بھن کر مرجائیں اللہ کا نور پورا ہوکر رہے گا ۔

ہندوستان میں مشرکین کا اب تک یہ حال ہے کہ مسلمانوں کت قتل کے درپے رہتے ہیں ، فساد اور بلوہ کرتے رہتے ہیں ، مساجد اور مدارس تعمیر کرنے پر پابندی لگانے کی فکرمیں ہیں ،مدارس جاری کرنے پرپابندی ، پرانی مساجدکو گرانے کی





جہاد کی ضرورت اور حکمت

منصوبہ بندی ، او کو کوئی ہندو مسلمان ہوجائے اسے مار پیٹ کا سامنا ، کہنے کو سیکولر اسٹیٹ لیکن جو ہندو اپنی خوشی سے مسلمان ہو اس کے خون کے پیاسے ہوجاتے ہیں ،قانونی اعتبار سے مجسٹریٹ پر لازم ہے کہ اسے اسلام قبل کرنے کا سرٹیفکٹ دے لیکن وہ بھی پہلو تہی کرتا ہے ،ہندوؤں کی جماعتیں بدھسٹ ہوگئیں اس پر کوئی اعتراض نہیں ،اگر کوئی ہندو اسلام قبول کرلے تو اس کے لیے بڑی بڑی آفات کا سامنا ،یہاں آزادیِ نفس کا قانون ختم ہوجاتا ہے ،عیسائی لوگ شرارتیں کر رہے ہیں ، مسلم ممالک میں ہزاروں مشن لگا رکھے ہیں تاکہ مسلمانوں کو عیسائی بنائیں ، انڈونیشیا میں مسلمانوں کو دکھ دینے اور عیسائی بنانے کا بیڑا اٹھا رکھا ہے اس کسی کی نہ کوئی تنقید ہے نہ تبصرہ ہے ۔ آخر میں وہی کہنا پڑتا ہے کہ : الکفر ملۃ واحدۃ ۔ کہ ہر طرح کا کفر ایک ہی مذہب ہے اور اسلام اور مسلمانوں کے خلاف سوچنے میں سب برابر ہیں ۔

ہم یہ نہیں کہتے کہ مسلمانوں نے صرف دفاعی ہی قتال کیا ہے ، کافروں کے ملکوں پر خود بھی حملے کیے ہیں لیکن اسی شرط کے ساتھ کہ پہلے اسلام کی دعوت دی ، حق کی طرف بلایا، جب حق قبول کرنے کی بجائے وہ جنگ کرنے پر آمادہ ہوگئے تو قتال کیا گیا، ہم مسلم متقی مخلص مجاہدین کا تذکرہ کر رہے ہیں ، اگر کسی نے شرعی اصول سامنے رکھے بغیر قتال کیا ہو تو وہ اپنے عمل کا ذمہ دار ہے ۔

کافر اللہ کا باغی ہے ، کفر بہت بڑی بغاوت ہے ۔ مجازی حکومتوں میں سے کسی حکومت کا کوئی فرد یا جماعت بغاوت کرے تو اس کو سخت سے سخت سزا دی جاتی ہے ، اللہ کے باغی جو اس کی زمین پر بستے ہیں ،اس کا دیا کھاتے ہیں ، اس کی عطا کی ہوئی نعمتیں کام میں لاتے ہیں ، اللہ پر ایمان نہیں لاتے ، اگر اللہ کو مانتے ہیں تو اس کے ساتھ غیر اللہ کی بھی عبادت کرتے ہیں ،بتوں کو پوجتے ہیں اور بہت سے خدا مانتے ہیں ۔ ایسے لوگ اس قابل کہاں ہیں کہ خدا کی زمین پر زندہ رہیں ، اللہ کے وفادار بندے جنہوں نے اللہ کے دین کو قبول کرلیا ، اللہ کے دین کی دعوت دیتے ہیں پھر ان باغیوں کے منکر ہونے کے بعد اللہ کے وفادار بندے ان کو قتل کردیں تو اس میں اعتراض کی کیا بات ہے ؟ دنیا سے کفر وشرک مٹانے کے لیے اور خالق ومالک جل مجدہ کے باغیوں کی سرکوبی کے لیے اسلام میں جو جہاد شروع کیا گیا ہے ، اس پر تو دشمنوں کو اعتراض ہے ، لیکن صدیوں سے دشمنان اسلام خاص کر یورپ کے لوگ جو ایشیا کے ممالک پر قبضہ کرتے رہے ہیں اور اس سلسلے میں جو لاکھوں کروڑوں خون ہوئے ہیں اٹھارہ سو ستاون میں جو انگریز نے ہندوستانیوں کا قتل عام کیا ہے او ر انیس سو اکتالیس او ر انیس سو بیالیس میں جو عالمی جنگیں ہوئی تھیں او ر ہیروشیما پر جو بم بھینکا گیا اور ایک طویل زمانہ تک جو صلیبی جنگیں ہوئی ہیں جن میں لاکھوں انسان تباہ ہوئے یہ سب کچھ کونسی خیر پھیلانے کے لیے ہوا؟ کیا اس میں ملک گیری کی ہوس او ر کفر وشرک پھیلانے کے عزائم او ر دینِ اسلام کو مٹانے کے ارادے نہیں تھے ؟یہ ان لوگوں کی حرکتیں جو سیدنا حضرت عیسی علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام سے نسبت رکھنے کے جھوٹے دعوے دار ہیں ، جو یہ کہتے ہیں کہ حضرت عیسٰی کی تعلیم یہ تھی کہ کوئی شخص تمہارے رخسار پر ایک طمانچہ مارے تو دوسرا رخسار بھی اس کے سامنے کردو ۔او مشرکین ہند کو دیکھو جن کے یہاں ہتھیا۔۔۔ بہت بڑ ا پاپ ہے ، جو چوہا مارنے کو بڑا جانتے ہیں وہ مسلمانو ں کے خو ن کے پیاسے ہیں اور برابر فساد کرتے ہیں اور قتل وخون کا بازار گرم کرتے رہتے ہیں ۔ اسلامی جہاد پر اعتراض رنے والے اپنے آئینہ میں اپنا منہ نہیں دیکھتے او ر جو لوگ اللہ کے باغی ہیں ان کی بغاوت کو کچلنے والوں کے جہاد اور قتال پر اعتراض کرتے ہیں ، سچ ہے ،

اپنے عیبوں کی کہاں آپ کو کچھ کچھ پروا ہے غلط الزام بھی اوروں پر لگا رکھا ہے
!یہی فرماتے رہے تیغ سے پھیلا اسلام یہ نہ ارشاد ہوا توپ سے کیا پھیلا ہے !

(جاری ہے)

شہدائے اسلام



امیر تحریک طالبان پاکستان
محترم شہید حکیم اللہ محسود رحمہ اللہ

الحمد للہ رب العالمین والصلاۃ والسلام علیٰ قائد المجاہدین سید الانصار والمہاجرین وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین ۔ امابعد!فاعوذباللہ من الشیطن الرجیم بسم اللہ الرحمن الرحیم وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتٌ بَلْ أَحْيَاءٌ وَلَكِنْ لَا تَشْعُرُونَ (البقرہ 451) . وقال اللہ تعالی فی مقام اخر وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتا بَلْ أَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُونَ۔ انتہائی قابل قدر ،محترم ومعزز طالبان ومجاہدین ، مہاجرین وانصار بالخصوص شہداء کے وارثو! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ ، اللہ جل جلالہ کا فضل ،کرم اور احسان ہے کہ اس نے امت مسلمہ کو شہداء سے نوازا ۔ عرصہ دراز سے امت مسلمہ شہداء کے اعزاز سے محروم تھی ، لیکن اللہ جل جلالہ نے فضل کیا کہ 2001 سے لے کر آج 2012 تک شہداء کے قافلے رواں دواں ہیں اور باری باری دنیاسے جارہے ہیں ۔ لیکن بات یہ ہےکہ ہماراعقیدہ اس بات پر مضبوط ہو کہ جہاد سے موت کاوقت مقرر، آگے پیچھے نہیں ہوسکتا ۔یعنی موت اپنے وقت پر آتی ہے ۔بہت سے لوگوں کے ذہنوں میں یہ بات گردش کرتی ہے کہ جہاد کی وجہ سے موت کا وقت جلدی آجاتا ہے حالانکہ ہمارا عقیدہ یہ ہوناچاہیے کہ جہاد سے موت کاوقت مقرر آگے پیچھے نہیں ہوسکتا۔ اگر کسی کا عقیدہ یہ ہو کہ جہاد کی وجہ سے زندگی مختصر ہوجاتی ہے تویہ عقیدہ باطل ہے ۔ اللہ جل جلالہ فرماتے ہیں : وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتٌ بَلْ أَحْيَاءٌ وَلَكِنْ لَا تَشْعُرُونَ (البقرہ 154)۔' اور نہ کہو ان کو جو مارے گئے خدا کی راہ میں کہ مردے ہیں بلکہ وہ زندے ہیں لیکن تم کو خبر نہیں" دوسری جگہ اللہ تعالی فرماتے ہیں : وَلَا تَحۡسَبَنَّ لَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ للَّهِ أَمۡوَٰتَۢا بَلۡ أَحۡيَآءٌ عِندَ رَبِّهِمۡ يُرۡزَقُونَ "اور تو نہ سمجھ ان لوگوں کو جو مارے گئے اللہ کی راہ میں مردے بلکہ وہ زندہ ہیں اپنے رب کے پاس کھاتے پیتے ہیں " انس رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ سے نقل کرتے ہیں : کہ جب لوگ جنت میں داخل ہوجائیں گے تو کوئی بھی یہ تمنا نہیں کرے گا کہ میں واپس دنیا میں جاؤں اور دنیا کے مزے لوں اور دنیا کی عیش وعشرت ، دنیا کے بازار اور بنگلے دیکھوں ، اس کی تمنا نہیں کرے گا کیوں کہ جنت اتنی خوبصرت جگہ ہے اور اتنی خوشگوار اور کمالات سے بھری ہوئی جگہ ہے کہ بندہ کو اس میں اس ملعون دنیا کی فکر نہیں ہوگی ۔ صرف شہداء ہوں گے جو اس بات کی تمنا کریں گے اور دس بار یہ تمناکریں گے کہ ہم دنیامیں واپس چلےجائیں اور پھر اللہ جل جلالہ کے راستے میں قتل کیے جائیں یعنی شہید ہوجائیں ۔ یہ تمنا اس لیے کریں گے کہ شہادت کی وجہ سے انہیں بڑا اعزاز ملاہوگا ، بڑی عزت افزائی اور مقام ملاہوگا ۔شہادت کی وجہ سے اللہ جل جلالہ ان کوایک ایسا ت آج پہنائے گا جس کا ایک موتی دنیا ومافیہا سے بہتر ہوگا ۔ تو خوش قسمت ہیں وہ لوگ ، وہ گھر والا ، وہ خاندان اور قبیلہ والا ، جس گھر اور خاندان کو اللہ تعالی شہداء دے ، اس لیے خوش قسمت ہیں کہ محمد عربی ﷺ فرماتے ہیں : کہ قیامت والے دن ایک شہید اپنے خاندان میں سے ستر افراد کی سفارش کرے گا ۔ قیامت کا دن ہوگا اور اتنا سخت دن ہوگا کہ بچہ ماں سے بھاگے گا اور ماں بچے سے بھاگے گی ۔ باب بیٹے سے اور بیٹا باب سے بھاگے گا ۔ باب ایک نیکی کا محتاج ہوگا لیکن اس کا بچہ کہے گا کہ دنیا میں آپ میرے والد تھے آج میں بھی ایک نیکی کا محتاج ہوں ۔ ایک دوسرے کو ایک نیکی نہیں دیں گے ۔ لیکن صرف شہداء ہوں گے جو اس بات کے لیے تیار ہوں گے کہ اپنے خاندان والوں میں سے ستر بندوں کی شفاعت کریں اور اپنے ساتھ جنت میں داخل کریں۔ تو خوش قسمت ہیں وہ لوگ ، وہ خاندان اور قبیلے جن کو اللہ تعالی نے شہداء دیئے ، تو میں خاص طور پر شہدا ء کے ورثاء کو مبارک باد پیش کرتاہوں ، اللہ ان شہداء کی قبروں کو نور سے بھردے ، جو شہداء دنیاسے چلے گئے ہیں اللہ تعالیٰ ان کی شہادت کو اپنی رضا کا سبب بنائے ، جوتکالیف انہوں نے دنیا میں برداشت کی ہیں ، جو مصائب انہوں نے دنیا میں اسلامی نظام کے نفاذ کے لیے اٹھائے ہیں اللہ جلاجلالہ ہمیں وہ نظام دکھائے ، ہمارے ہاتھ سے اللہ تعالیٰ ان کفار کو عذاب دے اور شہداء کے ورثاء کو ایک خصوصی پیغام دیناچاہتاہوں وہ یہ کہ شہداء پر مت رویا کرو، خفگان مت کرو بلکہ اپنے رب کے سامنے سربسجود ہوجاؤ ، اس بات پر اللہ کا شکر ادا کرو اور اللہ سے روروکر دعامانگو کہ اے اللہ ! ہم سے کونسا ایسا اچھا عمل ہو اہے جس کی وجہ سے آپ نے ہمیں شہداء کے ورثاء ہونے کے اعزاز سے نوازاہے ، وہ لوگ دیئے کہ قیامت کے دن ہماری شفاعت کریں ۔رَبَّنَا أَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا وَثَبتاقْدَامَنَا وَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكَافِرِينَ۔

اسلام کی دعوت کے بارے میں اللہ تعالیٰ کے قوانین اور انسانوں کی آ زمائش

شیخ ناحی۔ مترجم : مفتی ابو عمر بونیری حفظہ اللہ

أَلَمْ يَأْنِ لِلَّذِينَ آمَنُوا أَنْ تَخْشَعَ قُلُوبُهُمْ لِذِكْرِ اللَّهِ وَمَا نَزَلَ مِنَ الْحَقِّ وَلَا يَكُونُوا كَالَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ مِنْ قَبْلُ فَطَالَ عَلَيْهِمُ الْأَمَدُ فَقَسَتْ قُلُوبُهُمْ وَكَثِيرٌ مِنْهُمْ فَاسِقُونَ (الحدید16)

"کیا وقت نہیں آیا ایمان والوں کو کہ گڑ گڑائیں ان کے دل اللہ کی یاد سے اور جو اترا ہے سچا دین اور نہ ہوں ان جیسے جن کو کتاب ملی تھی اس سے پہلے پھر دراز گزری ان پر مدت پھر سخت ہو گئے ان کے دل اور بہت ان میں نافرمان ہیں"

الحمد للہ والصلوۃ والسلام علیٰ رسول اللہ اما بعد !

ہمارے معاشرے میں جب کسی مسلمان پر ہدایت کے سورج کی کرنیں پڑنی شروع ہوجاتی ہیں اور وہ ہدایت پر آجاتا ہے تو اس پر اسی وقت سے مصیبتوں اور آزمائشوں کا سلسلہ شروع ہوجاتا ہے اور یہ آزمائشیں اور مصیبتیں مختلف قسم کی ہوتی ہیں ، بعض اوقات بندہ معمول کے ایسے حوادث کا شکار ہوجاتا ہے کہ راہ ہدایت پر آنے سے قبل اس نے اس سے سخت مصائب کا سامنا کیا ہوتا ہے ، البتہ ایمان کی بشاشت دل میں جاگزین ہونے کی وجہ سے اس کا احساس یکسر بدل جاتا ہے ۔جب بھی انسان کسی آزمائش میں کامیاب ہوجاتا ہے تو اس کے دل میں اس آزمائش کے برابر سفید نقطہ (دھبہ) پیدا ہوجاتا ہے اور اسی طرح اس کا ایمان بڑھتا رہتا ہے ۔

اس سے قبل کہ ہم اس اہم مسئلے کی طرف متوجہ ہوں جس پر ہم اس مضمون میں گفتگو کرنا چاہتے ہیں مناسب ہوگا کہ ہم پہلے ایک اہم نکتے کا تذکرہ کرلیں جس کا ہمارے اس موضوع کے ساتھ گہرا تعلق ہے ۔ وہ نکتہ یہ ہے کہ ہم میں سے بہت سارے لوگ جب اپنے آپ میں غور وفکر کرتے ہیں تو انہیں احساس ہوتا ہے کہ ہدایت کے بعد ان کی سب سے زیادہ ایمانی کیفیت کا زمانہ ابتدائی زمانا تھا ۔ یہ ضروری نہیں کہ یہ کیفیت پہلے ہی دن سے شروع ہو اگرچہ بعض اوقات ی کیفیت روز اول سے ہی شروع ہوجا تی ہے ، البتہ عمومی طور پر یہ کیفیت ابتدائی عرصے میں ہوتی ہے ، اس کی بہترین مثال اسلام کے ابتدائی دور کی وہ عظیم ہستیاں ہیں جن پر ایمان کے بعد پہلے ہی لمحے سے کیسی عظیم آزمائشیں آئیں ۔ اسی وجہ سے ایک مربی ومرشد نے کہا:" ایمان بسا اوقات پہاڑوں کو جنم دیتا ہے "۔ واضح رہے کہ ان ہستیوں کا اتنے عظیم مصائب کا سامنا کرنے اور ان کے مقابلے میں ثابت قدمی دکھانے کی وجہ سے ان کا ایمان معجزات کو جنم دیتا تھا جس کی وجہ سے ان کی ایمانی حالت عظیم سے عظیم تر ہوتی جاتی تھی ، لیکن آج افسوس کی بات یہ ہے کہ ہمارے بہت سے مشائخ اور تربیت کرنے والے حضرات ہر آزمائش والے کام سے بھاگنا سکھاتے ہیں جس کی وجہ سے ہماری ایمانی حالت تنزل کا شکار ہوکر کمزور سے کمزور تر ہوتی جاتی ہے ۔

اسلام کے ابتدائی دور میں جو لوگ مکہ میں ہدایت سے فیضیاب ہوئے انہیں کفر کے غلبے اور تسلط کی آزمائش کا سامنا کرنا پڑا جبکہ مدینہ منورہ میں ہدایت پانے والے حضرات کو جہاد اور تلواروں کی چمک دمک کی ا زمائش کا سامنا کرنا پڑا۔ اس مضمون میں ہم قیدوبند اوردوران قید تشدد کی آزمائش اور جہاد ااور اتلواروں کی چمک دمک کی آزمائشوں کے کے درمیان ہم فرق واضح کریں گے نیز یہ بھی واضح کریں گے کہ ان مذکورہ آزمائشوں کے حوالے سے لوگوں کے کیا کیا مؤقف اور آراء ہیں اور یہ کہ انسان کا اپنا نفس ان آزمائشوں کے بارے میں کیا چاہتا ہے اور کس حد تک انہیں قبول اور برداشت کرسکتا ہے ۔

جو لوگ جہاد سے قبل قید وبند اور تشدد کی آزمائش کے مرحلے کیا ہمیت کے قائل ہیں ان کی مختلف قسمیں ہیں :

1)غالی لوگ :

یہ لوگ اپنے پیروکاروں کو نصیحت کرتے ہیں کہ قید وبند اور تشدد سہنے کی آزمائش حاصل کرنے کے لیے کوشش کریں اور پھر رہائی کی کوئی سنجیدہ اور عملی کوشش کیے بغیر ہی رہائی کا انتظار کریں ۔ اگر میں خود اس قسم کے لوگوں کے مضامین نہ پڑھتا تو میں کبھی بھی اس کی تصدیق نہ کرتا کہ اس طرح کے لوگ بھی پائے جاتے ہیں۔

2)معتدل لوگ :

یہ لوگ باطل کے سامنے کلمہ حق کہنے ، مادی اور معنوی تیاری اور (دین کے) مسلح انصار تیار کرنے کے قائل ہیں ، البتہ یہ کوشش وہ جیل جانے کے لیے نہیں کرتے اور اگر کبھی خود بہ خود جیل جانے کا سامنا کرن آپڑجائے تو اسے اللہ کی طرف سے ابتلاء اور آزمائش سمجھتے ہیں اور اس پر صبر کرتے ہیں اور اسے افراد کی تربیت کا ذریعہ سمجھتے ہیں ۔

3) کوتاہی کے مرتکب لوگ :

یہ لوگ ہر قسم کے ایسے کام سے اجتناب کرتے ہیں جن سے مشکلات پیدا ہوں اور آزمائشیں آئیں ، مثلاً باطل کے سامنے حق گوئی کے ذریعے مقابلہ کرنا یا اس سے مقابلے کے لیے مادی تیاری کرنا وغیرہ ، اور ساتھ یہ لوگ اپنے طریقہ کار پر فخر کرتے ہوئے بھی نہیں شرماتے اور عموماً سب سے زیادہ شور اس بات کا مچاتے ہیں کہ ہم مکی مرحلے میں ہیں جو کہ صبر کا مرحلہ ہے ۔ مجھے علم نہیں کہ انہوں نے مکی مرحلے کے کونسے حکم پر عمل کیا ہے حالانکہ ان کیا کثر باتیں مکی دور کے یکسر مخالف ہیں ، کیوں کہ یہ لوگ مداہنت کرتے ہیں ، کفار اور مرتدین کے ساتھ مل جل کر رہتے ہیں اور حق سے پھیر نے



اور کھانے پینے اور موج مستیوں میں مصروف ہیں ۔
مقصد یہ ہے کہ یہ تینوں اقسام اختلاف احوال کے باوجود ایک ایسے معاشرے میں زندگی گذار رہے ہیں کہ جس مین کفر اور اہل کفر کا غلبہ ہے ۔ جس بات سے یہ تینوں اقسام (بشمول معدل قسم) ڈرانا چاہتے ہیں وہ یہ ہے کہ ظالموں کے پنجوں تلے آزمائش میں رہنے سے پیروکار منحرف ہوجاتے ہیں (یعنی کام سے پیچھے ہٹ جاتے ہیں) کیوں کہ انسانی جان چاہے کتنی ہی قوت کی حامل کیوں نہ ہو باطل کے سامنے طویل مدت تک ثابت قدم اور غالب ہوکر نہیں ٹھہر سکتی ، اس لیے کہ زیادہ عرصہ باطل کے خلاف عملی مقابلہ کے بغیر زندگی گذارنے سے نوجوانوں پر انتہائی برے اثرات مرتب ہوتے ہیں ۔ یقیناً جو لوگ طویل عرصے تک نوجوانان اسلام کے ساتھ رہے ہوں وہ اس بات کا انکار نہیں کرسکتے ، کیوں کہ ایسے نوجوان یاتو مکمل طور پر واپس پلٹ جاتے ہیں یا ان پر فقط ہدایت کے ظاہری آثار (ڈاڑھی ، سنت کے مطابق لباس وغیرہ) تو باقی رہتے ہیں لیکن جذبہ جہاد سے یکسر بے بہرہ ہوجاتے ہیں ۔
اس کی واضح مثال وہ جماعتیں ہیں جن کی حق گوئی ضرب المثل تھی ، ان کے افراد جب جیلوں میں تھوڑا عرصہ رہ کر نکلے تو اور استقامت کے پیکر بن گئے لیکن ان کے جو کارکن طویل عرصے تک جیلوں میں بند کردیے گئے تو ان میں اپنے مؤقف ’جہاد ، سے پسپائی اور جہالت سے رغبت شروع ہوگئی بلکہ وہ اس گروہ کی طرح ہوگئے جو حق گوئی اور آزمائشیں ، جیسے جیل کی صعوبتیں وغیرہ سہنے سے اجتناب کرتے ہیں ۔ چونکہ یہ لوگ جیسا کہ ہم نے ذکر کیا کہ کفر کے غلبے اور معاشرے پر اس کے کنٹرول کے سامنے ایک حد تک پہلے ہی ہتھیار پھینکے ہوئے ہوتے ہیں ، اس لیے آپ دیکھیں گے کہ پہلے مرحلے کا جھٹکا ہی ان کے لیے بہت بڑا اور سخت ہوتاہے پھر اس کے بعد ان میں ایسی کمزوری آجاتی ہے کہ یہ لوگ دوبارہ اپنی تحریک کو منظم نہیں کرپاتے الا یہ کہ کوئی نئے لوگ آجائیں جو تازہ خون اور نئے جذبے کے حامل ہوں تو وہ دوبارہ خالی دائرے (جس میں جہاد کی ابتدائی منصوبہ بندی اور پیش بندی بالکل نہ ہو) میں نئے سرے سے کام شروع کردیتے ہیں ۔ یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے باوجود اس کے کہ صحابہ کرام کو صبر واستقامت اور حق گوئی پر ابھارا، آپ نے اس مرحلے پر صحابہ کرام کے مزاج پر برے اثرات مرتب ہونے کے اندیشے سے ان کے لیے یہ مرحلہ طویل ہونے نہیں دیا ۔ بلکہ پہلے ان کے لیے حبشہ اور بعد میں مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کا دروازہ کھولا ، اسی طرح انہیں مخصوص صورتحال میں کلمہ کفر کہنے کی بھی اجازت دے دی ،دوسری جانب آپ ﷺ دین کے مسلح انصار (مددگار) جمع کرنے اور باطل کامقابلہ کرنے کی تربیت پر بھی عمل پیرا رہے کیوں کہ ایک ماہر اور تجربہ کار قائد اپنے پیروکاروں کو طویل زمانے تک دشمن کے لیے تختہ مشق بننے نہیں دیتا اس لیے کہ اس سے پیروکار منحرف ہوجاتے ہیں ، لہٰذا ہمارے اوپر بھی لازم ہے کہ ہم اپنے ساتھیوں کو دشمن کے ظلم تلے پسنے سے نکالنے کے لیے بھر پور اور سنجیدہ کوششیں کریں اور پھر اس کے بعد ان کے غصب شدہ حقوق مخالفین سے واپس چھیننے کی کارروائی بھی کریں یہی وجہ ہے کہ مدینہ منورہ کے قیام کے کچھ عرصے بعد آپ ﷺ نے مسلمانوں کے حقوق لینے کے لیے قریش کے قافلے کی خبر گیری کے سلسلے میں حضرت عبد اللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کا سریہ روانا فرمایا باوجودیکہ اس طرزعمل سے دشمن کے ساتھ مسلح مقابلے کا دروازہ کھلتاہے ۔ ممکن ہے کہ بعض لوگوں کا خیال ہو کہ اس طرز عمل کے نتائج برے بھی نکل سکتے ہیں لیکن حقوق حاصل کرنے کے لیے یہ طرز عمل اختیارکرنا ضرور ہوتاہے ت آہم اس کمزور نفس کو دیر تک آزمائش میں نہیں ڈالنا چاہیے ورنہ اس کا صبر مکمل ختم ہوجاتا ہے ۔چنانچہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے امیہ بن خلف کوحضرت عبد الرحمن بن عوف کا اسیر دیکھا تو وہ انہیں چھوڑنا برداشت نہ کرسکے ، حالانکہ عبد الرحمن بن عوف حضرت بلال رضی اللہ عنہ پر چلارہے تھے کہ یہ میرا قیدی ہے لیکن حضرت بلال رضی اللہ عنہ کا ایک ہی جواب تھا : (لانجوت ان نجا لانجوت ان نجا) ’’اگر یہ بچ گیا تو میرے زندہ رہنے کا کوئی فائدہ نہیں ‘‘
انسان بھی آخر گوشت پوست اور خون سے بنا ہے ، اس لیے اس کی ایک محدود طاقت ہے جس کی رعایت ضروری ہے ورنہ ساتھیوں کے منحرف ہونے اور یکے بعد دیگرے تھکنے یا کم ازکم کمزور ہونے وغیرہ کی صورت میں قائدین صرف اپنے آپ کو ملامت کرسکیں گے کہ ان سے بے حکمتی اور غلطی ہوگئی اورایسی صورت حال میں تدریجی طور پر تحریک ختم ہونے لگتی ہے یا کم ازکم قائد اپنی تحریک کو ایک مسخ شدہ ، بے کار اور غیر فعال تحریک کی شکل دینے پر مجبور ہوتاہے ، ایک ایسی تحریک جو فقط اپنے بے جان اورغیر مؤثر افرادی ڈھانچ کو محفوظ کرنے پر ہی اپنی توجہ مرکوزکردیتی ہے اور ہر ایسی کارروائی سے پیچھے ہٹتی رہتی ہے جس میں جان ، مال ، وقت یا پھر گھر بار کی قربانی دینی پڑے اور اسی وجہ سے قائد جہاد کی مخصوص حالات یا بعض مخصوص افراد (معذورین اور کمزوروں) کے استثنائی احکامات کو ایک عام قاعدہ اور مستقل طریقہ بنالیتا ہے جس پر وہ اپنے ساتھیوں کو چلاتاہے اور اسپر مستزاد یہ کہ بعض لوگ حق کو باطل کے ساتھ خلط ملط کرنے اور جہالت

اسلام کی دعوت کے بارے میں اللہ تعالی کے قوانین اور انسانوں کی آزمائش

شیخ نباحی ۔ مترجم : مفتی ابو عمر بونیری حفظہ اللہ



کو اسلامی لباس پہنانے سے بھی نہیں شرماتے ، چنانچہ قرآن وحدیث کی واضح نصوص میں تحریف کرتے ہوئے کارکنوں کی ایک بڑی تعداد کے (پھیلاؤ کے) دباؤ کا احساس کیے بغیر جمع کرنے لگتاہے ۔یقیناً اس قید وبند کی آزمائش کے مقابلے میں ثابت قدمی اور جہاد وقتال کی آزمائش کے مقابلے میں استقامت فرد کی ایمانی صلاحیت کو بلند کرنے کا ذریعہ ہے اور یہ ایک فرد اور اسلامی جماعت کی تربیت کابڑا ذریعہ ہے لیکن سوال یہ ہے کہ پھر شریعت نے قید وبند ، تشدد اور کفر کے غلبے سے نجات کے راستے (جیسے ن ہجرت اور تقیہ ان دونوں کے درمیان شرعی اعتبار سے فرق مراتب کی رعایت رکھتے ہوئے (یعنی کس قسم کی صورتحال میں ہجرت جائز ہے اور کس میں تقیہ) کیوں نکالے ہیں ؟ اور قتال کی آزمائش سے نکلنے کا کوئی راستہ نہیں نکالا بلکہ اس کو قیامت تک کے لیے جاری فرمایا اور اس سے پیچھے ہٹنے اور سنجیدہ تیاری نہ کرنے (خصوصاً جس صورت میں تیاری واجب ہو) کو نفاق کی علامت قراردیا ؟

واضح رہے کہ قتال بھی آزمائش ہے جیساکہ حدیث میں آتا ہے کہ "کفی بارقۃ السیوف فتنۃً " یعنی تلواروں کی چمک آزمائش کے لیے کافی ہے ۔

جہاں تک قید وبند اور تشدد سہنے کا تعلق ہے تو ہم نے اس کیا بتدائی اہمیت ذکرکرنے کے بعد بتایا تھا کہ اس کی مدت دراز ہونے سے مجاہد ساتھیوں کے منحرف ہونے کا خدشہ رہتاہے ، البتہ جہاں تک جہاد کی آزمائش کا تعلق ہے تو اس آزمائش قتال کی مشروعیت ایک بڑے فتنے کے سد باب کے لیے ہے جیسے کہ قرآن نے فرمایا :(وقاتلوھم حتیٰ لاتکون فتنۃ ویکون الدین کلہ للہ)" ان سے قتال کرو یہاں تک کہ فتنہ باقی نہ رہے اور دین سارے کا سارا اللہ کا ہوجائے "۔

بلکہ سب سے بڑا فتنہ قید وبند اور تشدد کے ذریعے منحرف کرنے کی آزمائش بھی قتال کے ذریعے سے ہی ختم کی جاسکتی ہے ۔

دوسرا یہ کہ قتال کی آزمائش میں سخت مصائب اور پریشانیوں کے باوجود ایسی عزت اور ایسے عظیم احسانات ہیں جس سے ان آزمائشوں کے نتیجے میں نفس پرپڑنے والے بہت سے مضر اثرات خود بخود ختم ہوجاتے ہیں کیوں کہ جہاد غموں کو ختم کرنے کا دروازہ ہے کیوں کہ انسان کی فطرت ہے کہ جب اسے کسی مشکل کام میں راحت نظر آتی ہے تو وہ مشکل کام اس کے لیے آسان ہوجاتا ہے ۔

تیسری بات یہ کہ اللہ کی راہ میں شہادت جس کی بہت سے لوگ قید وبند کی سزاؤں اور آزمائشو ں کے دوران تمنا کرتے ہیں انسان کو آسانی سے مل جاتی ہے ۔اگر ہم اس پر بات شروع کریں گے تو ایک لامتناہی سلسلہ شروع ہوجائے گا ، خون میں لت پت اور کٹی پھٹی لاشوں پر مشتمل ہونے کے باوجود انسان کا نفس طویل مدت تک اس راستے کو اختیار کرسکتا ہے کیوں کہ شہادت کی سعادت کرنے کے لیے انسان اپنی مرضی اور خوہش سے تمام پریشانیاں اور محنتیں برداشت کرتاہے جس کی وجہ سے انسان یہ مصائب دیر تک برداشت کرلیتاہے ، بالخصوص جبکہ اس راستے سے اس کو محبت اور اس کی دینی اغراض بھی ہوں بخلاف قید وبند کی لمبی صعوبتوں کے کہ ان سے طبیعت سلیمہ گھبراتی ہے ۔ اسی طرح باطل کے غلبے اور اس کے نتیجے میں ملنے والی اذیت ، جیسے قید وبند کی سختی اور پریشانی اور اللہ کی راہ میں نفس کے ذلیل ہونے سے انسان کے نفس کی چند برائیوں ، جیسے تکبر اور دِل کی کمزوری وغیرہ کا علاج تو ضرور ہوتاہے لیکن اس مرحلے کا حد سے زیادہ دراز ہوجانا بھی انسان کی عزت اور وقار کے بالکل ہی خاتمے کا ذریعہ بن جاتا ہے خصوصا جبکہ اس مرحلے میں باطل کے غلبے کی وجہ سے شیدید ذلت اور اہل حق کہلاجانے والے لوگوں کی طرف سے ہلاکت خیز بزدلی ظاہر ہو اور صحیح اسلامی طریقوں کو چھوڑکر تکالیف ومصائب کو دور کرنے کے غیر اسلامی طریقے اختیار کیے جارہے ہوں کہ جس سےمصائب میں مزید اضافہ ہورہاہو ۔ جبکہ اس کے مقابلے میں جہادِ نفس کے تمام پہلوؤں اور امراض (مدد ونصرت ، فتح وشکست اور خود پسندی کے نتیجے میں پیداہونے والے جملہ امراض) کا علاج ہے ، جہاد ایک مکمل شخصیت کا سانچہ بناتاہے یہی وجہ ہے کہ آپ دیکھیں گے کہ بہت کم صحابہ کرام قید وبند اور تشدد کی آزمائشوں سے گزرے ہیں جبکہ اکثریت صرف جہاد کی آزمائش سے گزرے کیوں کہ جہاد کے مراحل نہ صرف ایک مسلمان فرد بلکہ مؤمن جماعت کو بھی ایک مکمل شخصیت میں ڈھالنے کے لیے کافی ہیں ، یہ مراحل انہیں اس لائق بنادیتے ہیں کہ وہ لوگوں کے خون ، ان کے اموال اور ان کی عزتوں کیا مانت کا بھاری بوجھ اٹھانے کے قابل ہوجاتے ہیں ۔ تو جہاد ایک آزمائش ہے اور جہاد کے اندر ہی اس آزمائش کا علاج بھی ہے کہ تم دشمن کو خوف زدہ کرو اور دشمن تمہیں خوف زدہ کرے ، آپ کی عزت کے یہی کافی ہے کہ آپ باطل کی غلامی سے بچ کر اور اپنے خالق ورازق اللہ واحد کے سامنے سرنگوں ہوکر اپنا اسلحہ آزادی سے اٹھائے ہوئے پھر سکیں ۔

خلاصہ یہ ہوا کہ کفر کے غلبے کے نتیجے قید وبند اور جیل کے تشدد پر صبر کرنے کی آزمائش اور کفر واہل کفر کے خلاف جہاد کی آزمائش نہ صرف ایک مسلمان فرد بلکہ ایک مؤمن جماعت کی تربیت اور ایمانی صلاحیت کو جلا بخشنے کے لیے بھی اہم ہے ، البتہ جیل کی

اسلام کی دعوت کے بارے میں اللہ تعالی کے قوانین اورانسانوں کی آزمائش

شیخ ناجی۔ مترجم : مفتی ابو عمر بونیری حفظہ اللہ



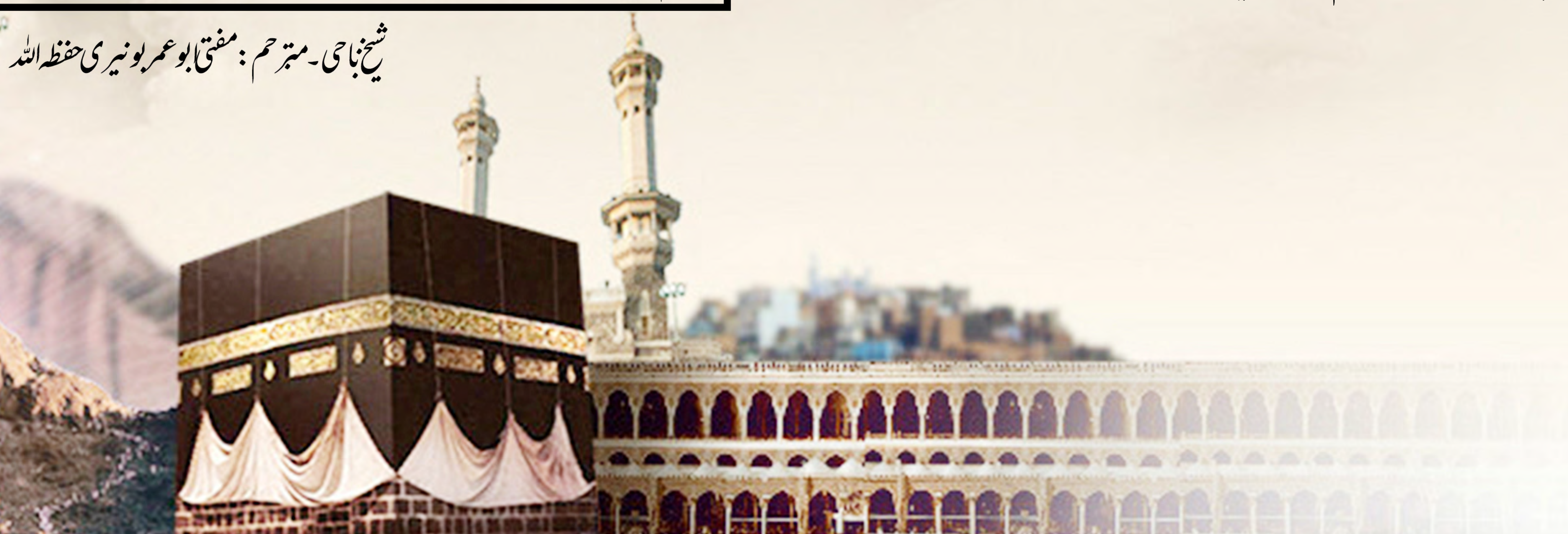
آزمائش کے حصول کے لیے کوشش کرنا مناسب نہیں کیوں کہ یہ تو خود اپنے آپ کو ابتلا میں ڈالنا ہے جو کہ اللہ کے بنی ﷺ کے اس ارشاد کے بالکل مخالف ہے : "سلو ا اللہ العافیۃ " اللہ سے عافیت مانگو ، البتہ ہم یقینی طور پر حق گوئی اور جیل جانے کا سبب بننے والے افعال تو کرتے رہیں لیکن اس کے ساتھ ساتھ اللہ تعالی سے عافیت کا سوال بھی کرتے رہیں گے اور اگر جیل کا مرحلہ بھی آجائے تو کوشش یہی کرنی چاہیے کہ یہ طول نہ پکڑے ، اس کے لیے قیدی کو خود بھی نکلنے کے لیے کوئی تدبیر کرنی چاہیے اور باہر آزاد مجاہدین کو بھی اپنے اسیر ساتھیوں کے لیے کوشش کرنی چاہیے ، خواہ اس کے لیے کوئی کارروائی ہی کیون نہ کرنی پڑے ، اس کے برعکس جہاد اور تلواروں کی چمک کی آزمائش کے حصول کے لیے پوری کوشش کی جائے گی اور چونکہ جہاد قیامت تک جاری رہے گا ، اس لیے اس کی مدت دراز ہونے کی صورت میں نفس پر مرتب ہونے والے بُرے اثرات کی پروا بھی نہیں کی جائے گی ۔

جب میں نے یہ کہا کہ کفر کے غلبے کے فتنے اور آزمائش کا دراز ہونا مناسب نہیں تو اس سے میرا مقصد یہ کہ اس آزمائش سے نکلنے کے لیے سنجیدہ کوشش کرنی چاہیے ،یعنی اسلامی تحریک کو چاہیے کہ وہ اپنے افراد کو ایسی آزمائش سے نکالنے کی کوشش کرے اور سمجھ دار مسلمان چہ جائیکہ وہ اسلامی تحریک کا قائد ہو ، یہ بات ہر گز نہیں کہہ سکتا کہ اس کام (اسیر مجاہدین کو قید سے چھڑانا) کے لیے حق کو چھپایا جائے یا مداہنت کا راستہ اختیار کیا جائے (یعنی وقتی طور پر اپنے نظریات کی تبدیلی کا اظہار کیا جائے) تاکہ اہل باطل خوش ہوکر دباؤ کم کریں ، ہاں کبھی کبھار یہ صورت استثنائی طور پر کسی فرد وغیرہ کے لیے جائز ہوجاتی ہے جیسے کہ حضرت عمار رضی اللہ عنہ کی مثال ہمارے سامنے ہے البتہ پوری کی پوری تحریک کا مکی دور کے احکام (جو کہ درحقیقت استثنا کے اندر استثنا ہیں) کے تحت اپنے آپ کو استثنامیں داخل سمجھنا اس بات کی دلیل ہے کہ یہ ایک بیمار تحریک ہے جو اس دنیا کی قیادت کا بوجھ اٹھانے سے قاصر ہے ، ایسی صورتحال میں اس کے لیے بہتر یہ ہے کہ اپنے آپ کو اور اپنے تمام پیروکاروں کو ہر قسم کی بیعت اور وعدوں سے آاد کردے تاکہ ان میں سے مخلصین ایسے لوگوں کی بیعت کرکے ان کی مدد کریں جو لوگ طاقت کیساتھ اس دین کیا مانت کا بوجھ اٹھا سکتے ہیں ، یہ وہ بات تھی جس پر میں تنبیہ کرنا چاہتا تھا، میں عالم اسلام میں تربیت پر مامور افراد سے توقع رکھت آہوں کہ وہ اس میں غور وفکر کریں گے ۔

تمام نقص کی صفات سے پاکی صرف اس ذات کے لیے ہے جس کے شرعی قوانین ، آفاقی اور فطری قوانین کے موافق ہیں جبکہ زندگی اور دنیا کی حرکت بھی ان شرعی اور فطری قوانین سے ہم آہنگ ہیں ۔

اسلام کی دعوت کے بارے میں اللہ تعالی کے قوانین اور انسانوں کی آ زمائش

شیخ نباحی ۔ مترحم : مفتی ابو عمر بونیری حفظہ اللہ



دناراستۍ اوناراستو خلکو بدي

الحمدلله وحده والصلاة والسلام على من لانبي بعده ـ اما بعد !فاعوذبالله من الشيطن الرجيم۔ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَدْخُلُوا بُيُوتَ النَّبِيِّ إِلَّا أَنْ يُؤْذَنَ لَكُمْ إِلَى طَعَامٍ غَيْرَ نَاظِرِينَ إِنَاهُ وَلَكِنْ إِذَا دُعِيتُمْ فَادْخُلُوا فَإِذَا طَعِمْتُمْ فَانْتَشِرُوا وَلَا مُسْتَ آنِسِينَ لِحَدِيثٍ إِنَّ ذَلِكُمْ كَانَ يُؤْذِي النَّبِيَّ فَيَسْتَحْيِي مِنْكُمْ وَاللَّهُ لَا يَسْتَحْيِي مِنَ الْحَقِّ وَإِذَا سَأَلْتُمُوهُنَّ مَت آعًا فَاسْأَلُوهُنَّ مِنْ وَرَاءِ حِجَابٍ ذَلِكُمْ أَطْهَرُ لِقُلُوبِكُمْ وَقُلُوبِهِنَّ وَمَا كَانَ لَكُمْ أَنْ تُؤْذُوا رَسُولَ اللَّهِ وَلَا أَنْ تَنْكِحُوا أَزْوَاجَهُ مِنْ بَعْدِهِ أَبَدًا إِنَّ ذَلِكُمْ كَانَ عِنْدَ اللَّهِ عَظِيمًا(الاحزاب:53)

پۀ دے آیت کریمه کښے الله تعالی اتۀ حکمونه کړیدي او ددغو حکمونو سره الله تعالی دناراستو خلکو بدي هم بیان کړےده ، پۀ دے جمله کښے چه (فَإِذَا طَعِمْتُمْ فَانْتَشِرُوا)حسن بصري رحمه الله وائي چه داآیت دناراستوخلکو پۀ باره کښے نازل شوے۔ سري رحمه الله وائي چه پۀ دے آیت کښے الله تعالی دناراستو خلکو ذکر کړیدے ـ

دناراستو تعریف اوپیژندنه : زبیدي رحمه الله پۀ ت آج العروس کښے وائي:من تکره صحبته ويستثقله الناس۔ ناراسته خلک هغه دي چه ملګر تیا ئے بده ګڼړلے شي او خلک ئے درونداو ګڼي ـ

دراستمند اوناراستو خلکو علامات :

ددوئ بعضو علاماتو ته پۀ (ذم الثقلاء) دمرزبان(المتوفی :903هج) کښے اشاره شویده ـ عمر رضی الله عنه وائی:من امن الثقل فهو ثقيل ـڅوک چه دناراستئ نه پۀ امن کښے وي (بے وېرے وي) نوداناراسته دے ـ اوحماد بن ابي سليمان رحمه الله وائي : من خاف ايكون ثقيلا فهو خفيف څوک چه دناراستئ نه ویرېږي نو هغه سپک دسته دے ـ

یعنی دناراسته علامه داده چه دناراستئ نه نۀ ویرېږي او دراستمند علامه داده چه دناراستئ نه وريږی ـ

امام شعبي رحمه الله وائي چه : دکم عقل قاریانو بیمارپرسي پۀ مریض دهغه دمرض نه ډیره سخته وي ځکه چه بے وخته بیمار پرسي کوي او دهغۀ خواته ناسته ډیره کوي ـ فائده: ددینه معلومه شوه چه دناراسته علامه داده چه بے وخته بیمارپرسي لره ورځي اودمریض خواته وخت ډیرتیروي ـ

بعض علماء وائي : الانس بالثقيل علامة الثقل لان كل طير يطير مع شكله دناراستو سره مینه کول دناراستئ علامه ده ځکه چه هره مرغۍ دخپل هم شکل سره الوزي ـ

قت آده رحمه الله وائي چه : یوسړے راغلو او دحلقے پۀ منځ کښے کښیناستلو ، حذیفه رضي الله عنه ته ئے وویل : ست آفلانی ورور وفات شوے، هغه وویل ته ډیر لائق ئے ددے خبرے چه الله تا مړکړي ، مادرسول الله صلي الله علیه وسلم نه اوریدلي وو يلعن الجالس وسط الحلقة چه لعنت ئے ویلو پۀ هغه چاچه دحلقے پۀ منځ کښے کښیني ـ

فائده : ددینه معلومه شوه چه دناراستئ یوه علامه داده چه دحلقے پۀ منځ کښے کښیني ـ

جریربن عبدالحمید رحمه الله وائي چه: ما داسود بن قیس رحمه الله حدیث نه دي لیکلی ځکه چه هغۀ پۀ اوړي کښے موزے اغوستے وے اوپټکے ئے پۀ سر کړیوۀ۔ فائده ددینه معلومه شوه چه دناراستئ یوه علامه داده چه سړی پۀ اوړي کښے موزے اوپټکی استعمالوي ـ

اعمش رحمه الله ته یوسړي پۀ تحفه کښے خټکے راوړو ، سحرلره ئے ترے تپوس وکړو چه هغه خټکے څرنګ وۀ هغه وویل ښۀ وۀ ، وروسته ئے بیا تپوس وکړو هغه وویل ښۀ وۀ څه وخت روسته ئے پۀ دریم ځل تپوس وکړو اعمش رحمه الله ورته وویل ان تكففت عني والا تقيائتها که جپ نه شوےنو ګرځومه ئے ـ

فائده : معلومه شوه چه چاته هدیه(ډالۍ) باربار وریادول هم دناراستئ علامه ده ـ

یوۀ سړي ډیرے خبرے کولے مالک بن یحیی رحمه الله ورته وویل :اما ان تحسن مجلسنا واما ان تقوم یا زمونږ مجلس ښائسته کړه یا پاڅیږه ـ

دناراسته سړي د درونډ والي اوبوج وجه : دابو عمر الشیباني رحمه الله نه چاتپوس وکړو چه څۀ وجه ده چه ناراسته سړے پۀ انسان باندے د درونډ پیټي نه ډیر درونډ وي ؟ هغۀ ورته داوجه بیان کړه چه ناراسته سړےپۀ زړه کښیني اوزړه هغه پیټی نشي پورته کولے کوم چه سر اوبدن پورته کوي ، دغه رنګ دبعضے نوروعالمانونه هم نقل دي ـ

په قرآن کښے هم دناراستو بدي بیان شویده :

ابن مرزبان رحمه الله پۀ ذم الثقلاء کښے دحسین رحمه الله نه نقل کوي چه الله تعالي پۀ قرآن کښے دناراستۍ بدي پۀ دے آیت کښے ذکرکوي : فاذاطعمتم فانتشروا ـ

په احادیثو کښے هم دناراستۍ اوناراستو خلکو بدي بیان شویده :

ابوسعید خدري رضي الله عنه درسول الله صلي الله علیه وسلم نه نقل کوي چه : ان ابغضكم الي الله ابغضكم الى الناس یقینا ډیر ناکاره پۀ ت آسو کښے دالله تعالی پۀ نزد مبغوض اوناکاره پۀ ت آسوکښے دے دخلکو پۀ نزد ـ حاصل دادے چه څوک ناراسته وي نودخلکو بدے شي اونفرت ترینه کوي نودالله هم بدے شي اونفرت ترینه کوي ـ

نودالله هم بدے شي اونفرت ترینه کوي ـ دابوهریره رضی الله عنه وینا : ابوهریره رضی الله عنه ته به چه یو سړے ناراسته ښکاره شو نو ویل به ئے اللهم اغفرلنا وله وارحنا منه یا الله مونږ ته هم بخښنه وکړے او دۀ ته هم اومونږ ددۀ نه دمه کړے ـ

دناراستو خلکو نه دسلفو صالحینو نفرت : ابواسامه رحمه الله به چه ناراسته سړے ولیدلو نو ویل به ئے : قدتغيمت السماء پۀ آسمان کښے وریځ راغله ،بعض مشایخ داسے وو چه چه هغوئ به ناراسته سړےولیدلو نوچغه به ئے کړه : الحجر الحجر ګټه ده ګټه ده ، دوکیع رحمه الله خواته به چه ناراسته سړے کښیناستلو نوسترګے به ئے پټے کړے اوپابه څیدلو ،ابن ابي طرفه به ویل چه د ناراسته سره ناسته باطنی تبه ده ، دیحی بن سعید رحمه الله دروازے ته یو ناراسته سړے ودریدلو ،هغه پۀ دواړه لاسونوسرټکول شروع کړل او ویل ئے جبل جبل غردے غردے بیاځه پوه نه شوم چه اجازت ئے ورکړو اوکه نه ، ایوب سختیاني رحمه الله ته چاوویل چه ت آدطاؤس رحمه الله نه حدیث ولے ندي لیکلي ؟ هغه ویل ځه راغلم اوخواته ئے دوه ناراسته ناست وو لیث بن ابي سلیم اوعبدالکریم الجدري نوځه ترینه واپس شوم اوحدیث مے ترے ونه لیکل ـ فائده : سلفو به بعضے ناراسته خلک پۀ نومونو ذکرکول ـ ابواسامه یوسړي ته وویل چه ته کله ماولیدلے نو اردت القيئ من ثقلك ماارادہ وکړه چه ست آدناراستۍ دوجه نه ګرزون وکړم ـدمحمد بن سیرین رحمه الله خواته به چه ناراسته سړے راغلو نوهغۀ ته به ئے څۀ نه ویل او دعاء به ئے کوله چه نعوذ بالله من قرين السوء ومن جليس السوء پۀ الله تعالی پورے پناه غواړم دناکاره ملګري اوناکاره مجلس والانه ـ

سفیان ثوری رحمه الله وائي چه کله پۀ مجلس کښے لس کسان وي ټول پۀ ماباندے سپک دسته

اوراستمند وي چه پهٔ دوئ کښې پهٔ یو کښې څه ناراستي ووینم نو ټول ماته درانه اوناراسته ښکاري ـ

دعبدالرحمن بن مهدي رحمه الله نه به کله یو سړي ډیر پهٔ تملق اود چ آپلوسئ پهٔ انداز سوال وکړو هغه به جواب نه ورکولو اوویل به چه کله دیوسړي دوجه نه پهٔ ما مجلس تنګ شي څه دهغهٔ ضرورت پوره کوم ، یعنې دناراسته جواب به ئے مخکښې ورکولو پهٔ دے خاطر چه داددے مجلس نه رخصت شي ـ

د رقبه بن مسقله رحمه الله خواته یو ناراسته سړے راغلو هغهٔ ورته وویل : ان ناحیتکم بعیدة والسماء متغیمة فقم ای سړیه !ست آسو ځاے لرے دے او پهٔ آسمان کښې وریځ ده نو پاڅه ـ منصربن حجاج رحمه الله ډیرصادق اوفاضل انسان وۀ ددهٔ خواته به چه ناراسته راغلو نو سوال به ئے کولو :اللهم اقتله وان کان قتله یقتلني فاقتله واقتلني الله داقتل کړے اوکه ددهٔ قتل ماوژني نو دا مرکړے او ماهم مرکړے ـ

داعمش رحمه الله خواته ناراسته خلک راغلل ، اعمش رحمه الله ووتلو بیر ته واپس راغلو ، وۀ ئے ویل څه ست آسونه کورته وتښتیدلم هلته ست آسو نه زیاته ناراسته وه یعنی ځما انګور نوبیرته واپس شوم ـ

ربیع بن نافع رحمه الله وائي مونږ به داعمش رحمه الله خواته کښیناستلو هغه به وویل :فی السماء غیم پهٔ آسمان کښې وریځ ده یعنی دلته داسې څوک دي چه مونږ ئے بدګنړو ـ

اعمش رحمه الله به کله محدثین پریښودل پهٔ ګاونډ کښې جولاوۀدهغه خواته به ورغلو خبرے به ورسره کولے ځکه چه محدثین یعنی طالبان به ورته ناراسته ښکاریدل او ویل به ئے چه څه دچا مخ ته کتل بدګرم نو هغه ته حدیث څنګه بیان کړم ـ

امام شعبي رحمه الله وائي چه دناراسته نه ځان خلاصول غواړے فحول قفاک الیه نو څټ ورته وروګرزوه ـاوامام شعبي رحمه الله وائي چه دچانه دسحردوه رکعته قضاء شي نو فلیلعن الثقلاء پهٔ ناراستو دے لعنت وائي ـ یو سړي امام شعبي رحمه الله ته وویل مازلت فی طلبک څه دډیر وخت نه پهٔ ت آپسے ګرزم هغه ورته وویل : ومازلت منک فارا څه خوست آنه تیښته کوم ـ یوځل امام شعبي رحمه الله پهٔ مجلس کښې ناست وۀ او یوسړے راروان وۀ کله چه امام شعبي رحمه الله ولیدلو نو پاڅیدلو اووئے ویل : ثقیل والله پهٔ الله قسم چه نارسته دے۔ یو بانده چي وائي ځما ترهٔ به چه ناراسته سړے ولیدلو بےهوشي به پرے راتله ـ

امام شعبي رحمه الله داود الطائی رحمه الله ته وویل : سئلتک بوجه الله الا قمت دالله تعالی پهٔ ذات درنه سوال کوم چه پاڅه ـ دجبریل پهٔ نوم یو کس دے هغه وائي چه دناراسته سره ناسته دروح تبه ده ـ

یزید بن هارون رحمه الله ته به چه کله یوسړے ناراسته ښکاره شو نو وبه ئے ویل : اللهم لاتجعلنا ثقلاء الله ! مونږ مه ناراسته کوه ـ اعمش رحمه الله وویل چه ستا نظر ختم شوے ددے الله تعالی ت آلره څه عوض درکړیدے ؟ هغه وویل : انی لااری ثقیلا داچه پهٔ ناراسته مے سترګے نه لګي ـ ابن شهاب زهری رحمه الله وائي چه کله درسره ناراسته پهٔ مجلس کښې کښیني نو صبر کوه ځکه داهم پهٔ رباط فی سبیل الله کښې راځي ، که چرے سترے ئے کړے نو یاترینه ته پاڅه یاهغه پاڅوه ـ ابن ابي یحیی رحمه الله وائي چه مونږ به ابن ابي عتیق رحمه الله ته احادیث اورول ، هغه به سترګے پټے کړے ، مونږ به ودریدلو چه هغه ودہ شو ، هغهٔ به وویل چه یو ناراسته تیریدلو نو ماسترګے پټے کړے ـ

، مونږ به ودریدلو چه هغه ودہ شو ، هغهٔ به وویل چه یو ناراسته تیریدلو نو ماسترګے پټے کړے ـ

د اعمش رحمه الله خواته به چه کله داسے څوک راغلو چه پهٔ هغه به درونډ لګیدلونو دهغه طرفته به ئے خراچکي توک کړل ـ

حماد بن سلمه رحمه الله به چه کله ناراسته څوک ولیدلو نو وبه ئے ویل : ربنااکشف عناالعذاب انامؤمنون ـ امام شعبي رحمه الله بیماروۀیوناراسته ئے تپوس لره راغلوډیروخت ئے تیرکړو بیایے امام شعبي رحمه الله ته وویل: مااشدمامرعلیک فی مرضک پهٔ تا باندے پهٔ دے مرض کښې کوم ډیر تکلیف تیر شویدے هغهٔ وویل قعودک عندي ست آناسته ځماخواته ـ

خاتمه :دامونږ دناراستئ پهٔ بدئ دسلفو صالحینو اقوال اوحالات ذکرکړل اودیته نزدے بے همتي ده نو پهٔ کارداده چه مونږ دناراستئ اوسستئ اوبے همتئ نه ځان وساتوځکه چاچه ناراستي اوبے همتي کړیده نوهغه شرمنده اوذلیله شویدي او پهٔ قرآن اوحدیث کښې باربار ترغیب ورکړےشوےچه همت کوئ چست اوچابک وخت تیره وئ سستي او غفلت او ناراستي مه کوئ بلکه ففروا الی الله او سابقوا الی مغفرة من ربکم او سارعوا الی مغفرة من ربکم وغیره ـ

تمت بالخیر

ددے بیان پهٔ لیکلو کښې ددے کتابونو نه استفاده شویده : ذم الثقلاء لابن مرزبان (المتوفی : 309) اخبارالثقلاء للخلال (المتوفی : 439) مختصر ذم الثقلاء للبوسیفی ـ ایقاظ اولی الهمم العالیة : ص 228 او ص 427)

حیات صحابہ

جہاد کا باب ، (قسط چہارم)

حضورﷺ کا اپنے مرض الوفات میں حضرت اُسامہ رضی اللہ عنہ (کے لشکر) کو بھیجنے کا اِہتمام فرمانا اور پھر حضرت ابو بکر صدّیق رضی اللہ عنہ کا اپنے اِبتدائے خلافت کے زمانہ میں اُن کو بھیجنے کا زیادہ اہتمام فرمانا۔ حضرت اُسامہ بن زید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے انھیں (فلسطین کے)مقامِ اُبنٰی والوں پر صبح صبح حملہ کر دینے اور ان کے گھروں کے جلا دینے کا حکم دیا۔ پھر حضور ﷺ نے حضرت اسامہ سے فرمایا: اللہ کا نام لے کر چلو۔ چنانچہ حضرت اُسامہ (حضور ﷺ کے دیے ہوئے) اپنے جھنڈے کو لہراتے ہوئے باہر نکلے اوروہ جھنڈا انہوں نے حضرت بُریدہ بن حُصَیب اَسلمی رضی اللہ عنہ کو دیا، وہ اسے لے کر حضرت اسامہ کے گھرآئے۔ اور حضور ﷺ کے فرمانے پر حضرت اسامہ نے مقامِ جُرف پر پڑاؤ ڈالا اور انہوں نے اپنا لشکر وہاں ٹھہرایا جہاں آج سقایہ سلیمان بنا ہوا ہے۔ لو گ نکل نکل کر وہاں آنے لگے۔ جو اپنی ضروریات سے فارغ ہو جاتا وہ اپنے لشکر کیا س قیام گاہ کوآجاتا ، اور جو فارغ نہ ہوتا وہ اپنی ضروریات کو پورا کرنے میں لگا رہت آ۔ مہاجرینِ اوّلین میں سے ہرآدمی اس غزوہ میں شریک ہوا۔ حضرت عمر بن خطّاب، حضرت ابو عبیدہ، حضرت سعد بن ابی وقّاص، حضرت ابو الاعور سعید بن زید بن عمرو بن نُفَیل رضی اللہ عنہ اور دیگر مہاجرین اور اَنصار بھی بہت سارے تھے، حضرت قت آدہ بن نعمان اور حضرت سلمہ بن اسلم بن حَرِیش رضی اللہ عنہ وغیرہ حضرات۔ کچھ مہاجرین نے جن میں حضرت عیّاش بن ابی ربیعہ رضی اللہ عنہ پیش پیش تھے اور بڑے زوروں میں تھے کہا: اس لڑکے (اُسامہ) کو مہاجرینِ اوّلین کا امیر بنا یا جا رہا ہے۔ چنانچہ اس بارے میں گفتگو کا خاصا چرچا ہوا۔ حضرت عمر بن خطّاب نے جب اس طرح کی کچھ بات سنی تو انہوں نے بولنے والے کی فوراً تردید کیا ور حضور ﷺ کی خدمت میں آکر یہ ساری بات بتا دی۔ جس پر حضور ﷺ کو بڑا غصہ آیا۔آپ نے (بیماری کی وجہ سے) اپنے سر پر پٹی باندھ رکھی تھی اور چادر اوڑھ رکھی تھی۔ (چنانچہ آپ اپنے گھر سے باہر تشریف لائے) پھر آپ منبر پر تشریف فرماہوئے اور اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا بیان کی۔ پھر آپ نے فرمایا: اَما بعد! اے لوگو! میں نے اُسامہ کو جو امیر بنایا ہے اس بارے میں آپ لوگوں میں سے کچھ لوگوں کی طرف سے کچھ بات پہنچی ہے، وہ کیا بات ہے؟ اللہ کی قسم!آج تم نے میرے اُسامہ کو امیر بنانے کے بارے میں اعتراض کیا ہے تو اس سے پہلے اس کے والد (حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ) کو میرے امیر بنانے کے بارے میں اعتراض کر چکے ہو۔ حالانکہ اللہ کی قسم! وہ امیر بننے کے قابل تھا، اور اب اُن کے بعد ان کا بیٹا امیر بننے کے قابل ہے۔ اور جیسے وہ (حضرت اُسامہ کے والد) مجھے سب سے زیادہ محبوب تھے ایسے ہی یہ (اُسامہ) لوگوں میں سب سے زیادہ محبوب ہے۔ اور یہ دونوں (ب آپ بیٹا) ہر خیر کے کام کے بالکل مناسب ہیں۔ تم اس (اُسامہ) کے بارے میں میری طرف سے خیر اور بھلے کی وصیت قبول کرو، کیوں کہ وہ تمہارے پسندیدہ اور منتخب لوگوں میں سے ہے۔پھر حضور رضی اللہ عنہ منبر سے نیچے تشریف لائے اور اپنے گھر تشریف لے گئے۔ یہ ہفتہ کا دن تھا اور ربیع الاول کی دس تاریخ تھی۔ حضرت اُسامہ کے ساتھ جانے والے مسلمان حضورﷺ سے الوداعی ملاقات کے لیےآنے لگے اُن میں حضرت عمر بن خطّاب بھی تھے۔ حضور ﷺ (ہر ایک سے) یہی فرماتے جاتے تھے کہ اُسامہ کا لشکر روانہ کرو۔ (حضرت اُسامہ کی والدہ) حضرت اُمّ اَیمن رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ کی خدمت میں آکرعرض کیا : یا رسول اللہ! اپنے روبصحت ہونے تک اسامہ کو اپنی اسی چھاؤنی (جُرف) میں ہی رہنے دیں (اور ابھی اُن کو روانہ نہ کریں)۔ اگر وہ اسی حالت میں چلے گئے تو وہ کچھ کر نہیں سکیں گے (اُن کی ساری توجہ آپ کی بیماری کا حال معلوم کرنے کی طرف لگی رہے گی)۔ حضور ﷺ نے (اُن کو بھی یہی) فرمایا: اُسامہ کا لشکر روانہ کرو۔ چنانچہ تمام لوگ (جُرف کی) چھاؤنی کو چلے گئے اور سب نے وہاں اِتوار کی رات گزاری۔ اِتوار کے دن حضرت اُسامہ (مزاج پُرسی کے لیے) حضور ﷺ کی خدمت میں مدینہ آئے اور حضور ﷺ کی طبیعت بڑی نڈھال تھی اور آپ پر غشی طاری تھی۔ یہ وہی دن ہے جس میں گھر والوں نے حضور ﷺ کو دوا پلائی تھی۔جب حضرت اُسامہ حضور ﷺ کی خد مت میں حاضر ہوئے تو اُن کیا نکھوں میں سےآنسو بہہ رہے تھے۔ اور آپ کے پاس حضرت عباس رضی اللہ عنہ تھے اور ازواجِ مطہّرات آپ کے اِرد گرد تھیں۔ حضرت اُسامہ نے جھک کر حضور ﷺ کا بوسہ لیا۔ حضور ﷺ بول نہیں سکتے تھے۔ آپ اپنے دونوں ہاتھ اٹھا کر حضرت اسامہ پر رکھ رہے تھے۔ حضرت اس آ مہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں سمجھ گیا کہ حضور ﷺ میرے لیے دعا فرما رہے ہیں۔ میں وہاں سے اپنے لشکر کی قیام گاہ کو واپس آ گیا۔ پیر کے دن حضور ﷺ کو کچھ افاقہ ہوا۔ حضرت اُسامہ اپنے لشکر کی قیام گاہ سے پھر حضور ﷺ کی خدمت میں صبح کو حاضر ہوئے۔ حضور ﷺ نے ان سے فرمایا: اللہ (تمہارے سفر میں) برکت فرمائے! تم روانہ ہو جاؤ۔ چنانچہ حضرت اُسامہ حضور ﷺ سے رخصت ہوئے۔ حضور ﷺ کو اس وقت افاقہ تھا اور آپ کےآرام کی خوشی میں ازواجِ مطہّرات ایک دوسرے کی کنگھی کر نے لگیں۔ حضرت ابو بکر نے خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا: یا رسول اللہ! بحمدِ اللہ،آج آپ کو افاقہ ہے۔آج (میری بیوی) بنتِ خارجہ کا دن ہے مجھے (اس کے ہاں جانے کی) اجازت دے دیں۔ حضور ﷺ نے اُن کو اجازت دے دی۔ چنانچہ وہ (عوالی مدینہ میں) سُنُح محلّہ(میں اپنے گھر) چلے گئے۔ حضرت اُسامہ سوار ہو کر اپنے لشکر کی قیام گاہ کو چلے اور اپنے ساتھیوں میں اعلان کر دیا کہ سب وہاں پہنچ جائیں۔ لشکر کی قیام گاہ میں پہنچ کر حضرت اُسامہ سواری سے اترے اور لوگوں کو کوچ کا حکم دیا۔ دن چڑھ چکا تھا۔ حضرت اُسامہ سوار ہو کر جُرف سے روانہ ہونا ہی چاہتے تھے کہ ان کے پاس ان کی والدہ حضرت اُمّ اَیمن رضی اللہ عنہ کا قاصد پہنچا کہ حضور ﷺ دنیا سے تشریف لے جا رہے ہیں۔ حضرت اُسامہ مدینہ کو چل پڑے۔ اُن کے ساتھ حضرت عمر اور حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ جب یہ حضرات حضور ﷺ کی خدمت میں پہنچے تو حضور ﷺ کےآخری لمحات تھے۔ حضور ﷺ کا انتقال بارہ ربیع الاوّل پیر کے دن زوال کے قریب ہوا۔ جُرف میں جتنے مسلمان (جانے کے لیے تیار ہو کر) ٹھہرے ہوئے تھے وہ سب مدینہ آ گئے۔ حضرت بُریدہ بن حُصَیب نے حضرت اُسامہ کا جھنڈا حضور ﷺ کے دروازے کے قریب زمین میں گاڑ دیا۔ جب حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی بیعت ہو گئی تو انہوں نے

حضرت بُریدہ کو حکم دیا کہ وہ جھنڈا حضرت اُسامہ کے گھر لے جائیں، اور جب تک حضرت اُسامہ مسلمانوں کو لے کر غزوہ میں نہ چلے جائیں اس جھنڈے کو نہ کھولیں۔ حضرت بُریدہ فرماتے ہیں کہ میں جھنڈا لے کر حضرت اُسامہ کے گھر گیا، پھر اس جھنڈے کو لے کر ملکِ شام حضرت اُسامہ کے ساتھ گیا۔ پھر میں اسے لے کر (شام سے) حضرت اُسامہ کے گھر واپس آیا اور وہ جھنڈا اسی طرح اُن کے گھر میں یوں ہی بندھا رہا یہاں تک کہ ان کا انتقال ہوگیا۔ جب عربوں کو حضور ﷺ کے انتقال کی خبر ملی اور بہت سے عرب اِسلام سے مرتد ہوگئے تو حضرت ابو بکر نے حضرت اُسامہ سے کہا: تمہیں حضور ﷺ نے جہاں جانے کا حکم دیا تم (اپنا لشکر لے کر) وہاں چلے جاؤ۔ چنانچہ لوگ پھر (مدینہ سے) نکلنے لگے اور اپنی پہلی جگہ جا کر پڑاؤ ڈالنے لگے۔ اور حضرت بُریدہ بھی جھنڈا لے کر آئے اور پہلی قیام گاہ پر پہنچ گئے۔ حضرت ابو بکر کا حضرت اُسامہ کے لشکر کو بھیجنا بڑے بڑے مہاجرین اوّلین کو بڑا شاق گزرا۔ چنانچہ حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت ابوعبیدہ، حضرت سعد بن ابی وقاص اور حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو بکر کی خدمت میں حاضر ہوکر عرض کیا: اے خلیفۂ رسول اللہ! ہر طرف عرب کے لوگ آپ کیا طاعت چھوڑ بیٹھے ہیں، (ان حالات میں) آپ اس پھیلے ہوئے بڑے لشکر کو بھیج کر اور اپنے سے جدا کرکے کچھ نہیں کر سکیں گے۔ (آپ اس لشکر کو یہاں ہی رکھیں)اور ان سے مرتدین کے فتنہ کو ختم کرنے کا کام لیں، ان کو مرتدین کے مقابلہ کے لیے بھیجیں۔ اور دوسری بات یہ ہے کہ ہمیں مدینہ پر اچانک حملہ کا خطرہ ہے، اور یہاں (مسلمانوں کی) عورتیں اور بچے ہیں۔ ابھی آپ روم کی لڑائی کو رہنے دیں۔ جب اِسلام اپنی پہلی حالت پر آکر مضبوط ہو جائے اور مرتدین یا تو اِسلام میں واپس آ جائیں جس سے اب وہ نکل گئے ہیں یا تلوار سے اُن کا خاتمہ ہو جائے تو پھر آپ حضرت اُس آ مہ کو (روم) بھیج دیں۔ ہمیں پورا اطمینان ہے کہ رومی (اس وقت) ہماری طرف نہیں آرہے (لہٰذا اُن کے روکنے کے لیے حضرت اُسامہ کے لشکر کو ابھی بھیجنے کی ضرورت نہیں ہے)۔ جب حضرت ابو بکر نے اُن کی پوری بات سن لی تو فرمایا: کیا تم میں کوئی کچھ اور کہنا چاہتا ہے؟ انہوں نے کہا: نہیں، آپ نے ہماری بات اچھی طرح سن لی ہے۔ آپ نے کہا: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے! اگر مجھے اس بات کا یقین ہو جائے کہ (اگر میں اس لشکر کو بھیجوں گا تو) درندے مجھے مدینہ میں آکر کھا جائیں گے تو بھی میں اس لشکر کو ضرور بھیجوں گا۔ (اور خلیفہ بننے کے بعد میں سب سے پہلے یہی کام کرنا چاہتا ہوں) اس سے پہلے میں کوئی اور کام نہیں کر نا چاہتا ہوں۔ اور (اس لشکر کو جانے سے) کیسے (روکا جاسکتا ہے) جب کہ حضور ﷺ پر آسمان سے وحی اُتر تی تھی اور آپ فرماتے تھے کہ اُسامہ کے لشکر کو روانہ کرو۔ ہاں! ایک بات ہے جو میں اُسامہ سے کرنا چاہتا ہوں کہ عمر (نہ جائیں اور) ہمارے پاس رہ جائیں، کیوں کہ ہمارا ان کے بغیر کام نہیں چل سکتا، ہمیں ان کی یہاں ضرورت ہے۔ اللہ کی قسم! مجھے معلوم نہیں ہے کہ وہ ایسا کریں گے یا نہیں۔ اگر انہوں نے ایسا نہ کیا تو اللہ کی قسم! میں اُن کو مجبور نہیں کروں گا۔ آنے والے حضرات سمجھ گئے کہ حضرت ابو بکر نے حضرت اُسامہ کے لشکر کو بھیجنے کا پختہ اِرادہ کر رکھا ہے۔ اور حضرت ابو بکر چل کر حضرت اُسامہ سے ملنے اُن کے گھر گئے، اور حضرت عمر کو (مدینہ میں) چھوڑ جانے کے بارے میں اُن سے بات کی جس پر وہ راضی ہوگئے۔ حضرت ابو بکر نے ان سے یہ بھی کہا کہ کیا آپ نے (عمر کو یہاں رہنے کی) خوشی خوشی اجازت دی ہے؟ حضرت اُسامہ نے کہا: جی ہاں۔ باہر آکر اپنے منادی کو حکم دیا کہ وہ یہ اعلان کردے کہ میری طرف سے اس بات کی پوری ت آکید ہے کہ رسولِ کریم ﷺ کی زندگی میں جو بھی حضرت اُسامہ کے ساتھ اُن کے اس لشکر میں جانے کے لیے تیار ہو گیا تھا اب وہ ہر گز اس لشکر سے پیچھے نہ رہے (ضرور ساتھ جائے)۔ اور ان میں سے جو اس لشکر کے ساتھ نہ گیا اور وہ میرے پاس لایا گیا تو میں اس کو یہ سزا دوں گا کہ اسے پیدل چل کر اس لشکر میں شامل ہونا ہوگا۔ اور جن حضرات مہاجرین نے حضرت اُسامہ کیا مارت کے بارے میں گفتگو کی تھی انھیں بلایا اور ان پر سختی کیا ور ان کے (اس لشکر کے ساتھ) جانے کو ضروری قرار دیا۔ چنانچہ ایک بھی انسان لشکر سے پیچھے نہ رہا۔ اور حضرت ابوبکر حضرت اُسامہ اور مسلمانوں کو رخصت کرنے کے لیے نکلے۔ اس لشکر کی تعداد تین ہزار تھی اور اُن میں ایک ہزار گھوڑے تھے۔ جب حضرت اُسامہ اپنے ساتھیوں کو لے کر اپنی سواری پر جُرف سے سوار ہوئے تو حضرت ابوبکر تھوڑی دیر حضرت اُسامہ کے ساتھ چلے پھر (مسافر کو رخصت کرنے کی دعا پڑھی): اَسْتَوْدِعُ اللّٰہَ دِیْنَکَ وَاَمَانَتَکَ وَخَوَاتِیْمَ اَعْمَالِکَ۔ اور فرمایا: (اس سفر میں جانے کا) تمہیں حضور ﷺ نے حکم دیا تھا، تم حضور ﷺ کے اِرشاد کی وجہ سے جاؤ۔ نہ میں نے تم کو اس کا حکم دیا ہے اور نہ میں تمہیں اس سے روک سکتا ہوں۔ حضور ﷺ جس کام کا حکم دے گئے تھے میں تو وہ کام پورا کروا رہا ہوں۔ پھر حضرت اُسامہ تیزی سے روانہ ہوئے اور اُن کا ایسے علاقوں سے گزر ہوا جو پُر سکون تھے ا ور وہاں کے لوگ مرتد نہیں ہوئے تھے جیسے قُضَاعہ کے جُہَینہ وغیرہ قبیلے۔ جب حضرت اُسامہ وادئ قُریٰ پہنچے تو انہوں نے بنو عُذرہ کے حُرَیث نامی آدمی کو اپنا جاسوس بنا کر آگے بھیجا، جو اپنی سواری پر سوار ہوکر حضرت اُسامہ سے پہلے روانہ ہو ا اور چلتے چلتے (مطلوبہ شہر) اُبنیٰ تک پہنچ گیا۔ اس نے وہاں کے حالات کو غور سے دیکھا اور (لشکر کے لیے) مناسب راستہ تلاش کیا ۔ پھر وہ تیزی سے واپس لوٹا اور اُبنیٰ سے دو راتوں کی مسافت پہلے وہ حضرت اُسامہ کے پاس پہنچ گیا اور اس نے انھیں بتایا کہ لوگ بالکل غافل ہیں (انھیں مسلمانوں کے لشکر کے آنے کی کوئی خبر نہیں ہے) اور ان کا لشکر بھی جمع نہیں ہوا۔ اور انھیں مشورہ دیا کہ اب (لشکر کو لے کر) تیزی سے چلیں تاکہ ان کے لشکروں کے جمع ہونے سے پہلے ہی ان پر اچانک حملہ کیا جاسکے۔ 1 حضرت حسن بن ابی الحسن فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے اپنے انتقال سے پہلے اہلِ مدینہ اور اس کے اَطراف سے ایک لشکر تیار فرمایا جن میں حضرت عمر بن خطّاب رضی اللہ عنہ بھی تھے، اور حضرت اُسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کو اس لشکر کا امیر بنایا۔ ان حضرات نے ابھی خندق بھی پار نہیں کی تھی کہ حضور ﷺ کا انتقال ہوگیا۔ حضرت اُسامہ لوگوں کو لے کر ٹھہر گئے اور حضرت عمر سے کہا کہ آپ رسول اللہ ﷺ کے خلیفہ کے پاس واپس جائیں اور ان سے (ہمارے لیے واپس آنے کی) اِجازت لیں تاکہ وہ مجھے اِجازت دیں تو ہم سب لوگ مدینہ واپس چلے جائیں، کیوں کہ میرے ساتھ بڑے بڑے جلیل القدر صحابۂ کرام لشکر میں ہیں۔ اور مجھے خطرہ ہے کہ کہیں مشرکین خلیفۂ رسول اللہ پر اور حضور ﷺ کے گھر والوں اور مسلمانوں کے گھروالوں پر اچانک حملہ

نہ کر دیں۔ اور اَنصار نے کہا: اگر حضرت ابوبکر ہمارے جانے کا ہی فیصلہ کریں تو اُن کو ہماری طرف سے یہ پیغام دے کر مطالبہ کریں کہ وہ ہمارا امیر ایسے آدمی کو بنائیں جو عمر میں حضرت اُسامہ سے بڑا ہو۔ چنانچہ حضرت عمر حضرت اُسامہ کا یہ پیغام لے کر گئے اور حضرت ابوبکر کو جاکر حضرت اُسامہ کی ساری بات بتا دی۔ حضرت ابو بکر نے فرمایا کہ اگر کتے اور بھیڑیے مجھے اُچک لیں (مجھے مدینہ سے اُٹھا کر لے جائیں یا مجھے پھاڑ ڈالیں) تو بھی میں حضور ﷺ کے فیصلہ کو واپس نہیں لے سکتا ہوں۔ پھر حضرت عمر نے کہا: مجھے اَنصار نے کہا تھا کہ میں آپ کو اُن کا یہ پیغام پہنچا دوں کہ وہ یہ چاہتے ہیں کہ آپ اُن کا امیر ایسے آدمی کو بنائیں جو عمر میں حضرت اُسامہ سے بڑا ہو۔ حضرت ابو بکر بیٹھے ہوئے تھے، یہ سن کر ایک دم جھپٹے اور حضرت عمر کی ڈاڑھی پکڑ کر کہا: اے ابن الخطاب! تیری ماں تجھے گم کرے (یعنی تم مر جاؤ)! حضور ﷺ نے تو ان کو امیر بنایا ہے اور تم مجھے کہہ رہے ہو کہ میں ان کو اِمارت سے ہٹا دوں۔ حضرت عمر وہاں سے نکل کر لوگوں کے پاس آئے۔ لوگوں نے ان سے پوچھا کہ آپ کیا کرآئے؟ حضرت عمر نے کہا: چلو، اپنا سفر شروع کرو۔ تمہاری مائیں تمہیں گم کریں! آج تو مجھے تمہاری وجہ سے خلیفۂ رسول اللہ سے بہت کچھ برداشت کرنا پڑا۔ پھر حضرت ابو بکر خود ان لوگوں کے پاس آئے اور ان لوگوں کو خوب ہمت دلائی۔ اور ان کو اس طرح رخصت کیا کہ حضرت ابو بکر خود پیدل چل رہے تھے اور حضرت اُسامہ سوار تھے۔ اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ حضرت ابوبکر کی سواری کی لگام پکڑ کر چل رہے تھے۔حضرت اُسامہ نے کہا: اے خلیفۂ رسول اللہ! یا تو آپ بھی سوار ہو جائیں یا پھر میں بھی نیچے اُتر کر پیدل چلتا ہوں۔ حضرت ابوبکر نے کہا: اللہ کی قسم! نہ تم اُترو گے، اور اللہ کی قسم! نہ میں سوار ہوں گا۔ اس میں کیا حرج ہے کہ میں تھوڑی دیر اپنے پاؤں اللہ کے راستہ میں غبارآلود کر لوں، کیوں کہ غازی جو قدم بھی اُٹھاتا ہے اس کے لیے ہر قدم پر سات سو نیکیاں لکھی جاتی ہیں اور اس کے سات سو درجے بلند کیے جاتے ہیں اور اس کے سات سو گناہ مٹائے جاتے ہیں۔ جب حضرت ابوبکر ان کو رخصت کر کے واپس آنے لگے تو انہوں نے حضرت اُسامہ سے کہا: اگر آپ مناسب سمجھو تو حضرت عمر کو میری مدد کے لیے یہاں چھوڑ جاؤ۔ چنانچہ حضرت اُسامہ نے حضرت عمر کو مدینہ حضرت ابوبکر کے پاس رہ جانے کیا جازت دے دی ۔1حضرت عروہ فرماتے ہیں: جب صحابہ (حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی) بیعت سے فارغ ہوگئے اور سب پوری طرح مطمئن ہو گئے، تو حضرت ابو بکر نے حضرت اُسامہ کو فرمایا: تمہیں حضور ﷺ نے جہاں جانے کا حکم دیا تھا تم وہاں چلے جاؤ۔ کچھ مہاجرین اور اَنصار نے حضرت ابوبکر سے گفتگو کیا ور کہا: آپ حضرت اُسامہ اور اُن کے لشکر کو روک لیں، کیوں کہ ہمیں ڈر ہے کہ حضور ﷺ کی وفات کا سن کر تمام عرب ہم پر ٹوٹ پڑیں گے۔ حضرت ابو بکر تمام صحابہ میں معاملات کے اعتبار سے سب سے زیادہ سمجھ دار اور مضبوط تھے۔انھوں نے کہا: کیا میں اس لشکر کو روک لوں جسے رسول اللہ ﷺ نے بھیجا تھا؟ اگر میں ایسا کروں تو یہ میری بہت بڑی جسارت ہوگی۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے! سارے عرب مجھ پر ٹوٹ پڑیں یہ مجھے اس بات سے زیادہ پسند ہے کہ میں اس لشکر کو جانے سے روک دوں جسے حضور ﷺ نے روانہ فرمایا تھا۔ اے اُسامہ! تم اپنے لشکر کو لے کر وہاں جاؤ جہاں جانے کا تمہیں حکم ہوا تھا، اور فلسطین کے جس علاقہ میں جا کرلڑنے کا حضور ﷺ نے تمہیں حکم دیا تھا وہاں جاکر اہلِ مُوتہ سے لڑو۔ تم جنھیں یہاں چھوڑ کر جا رہے ہو اللہ اُن کے لیے کافی ہیں، لیکن اگر تم مناسب سمجھو تو حضرت عمر کو یہاں رہنے کیا جازت دے دو۔ میں ان سے مشورہ لیتا رہوں گا اور مدد لیتا رہوں گا، کیوں کہ ان کی رائے بڑی عمدہ ہوتی ہے اور وہ اِسلام کے بڑے خیر خواہ ہیں۔ چنانچہ حضرت اُسامہ نے اِجازت دے دی۔ اور اکثر عرب اور اکثر اہلِ مشرق اور قبیلہ غَطفان والے اور قبیلہ بنو اَسد والے اور اکثر قبیلہ اَشجع والے اپنے دین کو چھوڑ گئے، البتہ قبیلہ بنوطی اِسلام کو تھامے رہے۔ اور اکثر صحابہ نے حضرت ابو بکر کو کہا: حضرت اُسامہ اور اُن کے لشکر کو روک لو۔ قبیلہ غَطفان اور باقی عرب کے جو لوگ مرتد ہوگئے ہیں ان کو ان کے فتنہ کو ختم کرنے کے لیے بھیج دو۔ حضرت ابوبکرنے حضرت اُسامہ اور ان کے لشکر کو روکنے سے اِنکار کردیا اور صحابہ سے کہا: تم جانتے ہو کہ حضور ﷺ کے زمانے سے یہ دستور چلاآرہا ہے کہ جن اُمور میں نہ تو حضور ﷺ کی سنت ہمیں معلوم ہو اور نہ ان کے بارے میں قرآن میں کوئی صاف حکم آیا ہو، تو ان اُمور کے بارے میں ہم لوگ مشورہ کیا کرتے تھے۔ تم لوگوں نے اپنا مشورہ دے دیا، اب میں تمہیں اپنا مشورہ دیتا ہوں۔ جو تمہیں زیادہ بہتر نظر آئے اسے تم لوگ اختیار کر لو، کیوں کہ اللہ تعالیٰ تمہیں ہر گز گمراہی پر اِکٹھا نہیں ہونے دیں گے۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے! میرے خیال میں سب سے بہتر صورت یہ ہے کہ حضور ﷺ کو جوآدمی زکوۃ میں جانوروں کے ساتھ رسی دیا کرتا تھا اب وہ (جانور تو دے لیکن) رسی نہ دے تو بھی اس کے ساتھ جہاد کیا جائے۔ تمام مسلمانوں نے حضرت ابوبکر کی رائے کو قبول کر لیا اور سب نے دیکھ لیا کہ حضرت ابو بکر کی رائے اُن کی رائے سے بہتر ہے ۔ چنانچہ حضرت ابو بکر نے حضرت اُسامہ بن زید کو وہاں بھیجا جہاں جانے کا حضور ﷺ نے حکم دیا تھا۔ اس غزوے کے بارے میں حضرت ابو بکر نے بالکل صحیح فیصلہ کیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت اُسامہ اور اُن کے لشکر کو خوب مالِ غنیمت دیا اور انھیں صحیح سالم اس غزوہ سے واپس فرمایا۔ جب حضرت اُسامہ روانہ ہوئے تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ (مرتدین کے مقابلہ کے لیے) مہاجرین اور اَنصار کی ایک جماعت کو لے کر چلے۔ سارے دیہاتی عرب اپنے بال بچوں کو لے کر بھاگ گئے۔ جب مسلمانوں کو پتہ چلا کہ دیہاتی عرب اپنے بال بچوں کو لے کر بھاگ گئے تو انہوں نے حضرت ابوبکر سے بات کیا ور کہا کہ اب آپ مدینہ بچوں اور عورتیں کے پاس واپس چلیں اور اپنے ساتھیوں میں سے ایک آدمی کو لشکر کا امیر بنا دیں اور اپنی ذمہ داری اس کے سپرد کر دیں۔ مسلمان حضرت ابو بکر کو کہتے رہے یہاں تک کہ حضرت ابوبکر مدینہ واپسی کے لیے تیار ہو گئے اور لشکر کا حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو امیر بنا دیا اور ان سے فرمایا کہ عرب کے لوگ جب مسلمان ہو جائیں اور زکوۃ دینے لگ جائیں پھر تم میں سے جو واپس آنا چاہے وہ واپس آجائے۔ اس کے بعد حضرت ابو بکر مدینہ واپس ہوئے۔1حضرت عروہ فرماتے ہیں کہ جب حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی بیعت ہو گئی اور اَنصار نے جس امر خلافت کے بارے میں اختلاف کیا تھا وہ سب اس پر متفق ہو گئے، اور حضرت ابو بکر نے فرمایا کہ حضرت اُسامہ کے لشکر (کی روانگی) کا کام مکمل ہو جانا چاہیے۔

عرب کے لوگ مرتد ہوگئے، کوئی سارا قبیلہ مرتد ہو گیا، کسی قبیلہ کے کچھ لوگ مرتد ہوگئے، اور نفاق ظاہر ہو گیا اور یہودیتاور نصرانیت سر اُٹھا کر دیکھنے لگی۔ اور چوں کہ مسلمانوں کے نبی کا ابھی انتقال ہوا تھا اور ان کی تعداد کم تھی اور ان کے دشمن کی تعداد زیادہ تھی، اس وجہ سے مسلمانوں کی حالت اس بکری جیسی تھی جو کہ سردی کی رات میں بارش میں بھیگ گئی ہو۔ تو لوگوں نے حضرت ابوبکر سے کہا کہ لے دے کر بس یہی مسلمان ہیں۔ اور جیسے کہ آپ دیکھ رہے ہیں عربوں نے آپ کیا طاعت چھوڑ دی ہے، اس لیے آپ کے لیے مناسب نہیں کہ مسلمانوں کیا س جماعت (لشکرِ اُسامہ) کو اپنے سے جدا کر کے بھیج دیں۔ تو حضرت ابو بکر نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے! اگر مجھے یہ یقین ہو جائے کہ درندے مجھے اُٹھا کر لے جائیں گے تو بھی میں حضورِ اَقدس ﷺ کے حکم کے مطابق اُسامہ کے لشکر کو ضرور روانہ کروں گا، اورآبادی میں میرے سوا کوئی بھی باقی نہ رہے تو بھی میں اس لشکر کو روانہ کر کے رہوں گا ۔ 1حضرت قاسم اور حضرت عمرہ روایت کر تے ہیں کہ حضرت عائشہرضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جب حضور ﷺ کا وصال ہوا تو سارے ہی عرب مرتد ہو گئے اور نفاق سر اٹھا کر دیکھنے لگا ۔ اللہ کی قسم! میرے والد پر (اس وقت) ایسی مصیبت پڑی تھی کہ اگر وہ مضبوط پہاڑوں پر پڑتی تو وہ ان کو بھی پاش پاش کر دیتی۔ اور حضورﷺ کے صحابہ کی حالت ایسی ہوگئی تھی جیسے وہ بکری جو رات کے اندھیرے میں بارش میں بھیگ رہی ہو اور درندوں سے بھرے ہوئے علاقہ میں حیران و پریشان ہو۔ اللہ کی قسم! (اس موقع پر) جس بات میں بھی صحابہ کا اختلاف ہوتا میرے والد اس کے بگاڑکو ختم کرتے اور اس کی لگام کو تھام کر مناسب فیصلہ کر دیتے (جس سے سارا اختلاف ختم ہو جاتا)۔2حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس اللہ کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے! اگر (حضور ﷺ کے بعد) حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ خلیفہ نہ بنائے جاتے تو اللہ کی عبادت (دنیا میں) نہ ہوتی۔ حضرت ابوہریرہ نے دوبارہ یہ بات فرمائی اور پھر تیسری مرتبہ فرمائی تو لوگوں نے ان سے کہا: اے ابوہریرہ! (ایسی بات کہنے سے) آپ رُک جائیں۔ انہوں نے فرمایا: (میں یہ بات اس وجہ سے کہہ رہا ہوں) کہ حضور ﷺ نے سات سوآ دمیوں کا لشکر دے کر حضرت اُسامہ کو ملکِ شام روانہ فرمایا۔ (مشہور روایت تین ہزار کی ہے، اس لیے بظاہر یہ سات سو کا لشکر قریش میں سے ہوگا) جب حضرت اُسامہ ذِی خُشُب مقام پر (مدینہ سے باہر) پہنچے تو حضور ﷺ کا وصال ہوگیا اور مدینہ کے اَطراف کے عرب مرتد ہوگئے۔ تو حضور ﷺ کے صحابہ نے حضرت ابو بکر کے پاس جمع ہو کر کہا: اے ابو بکر! اس لشکر کو واپس بلالیں، آپ ان کو روم بھیج رہے ہیں حالانکہ مدینہ کے اِرد گرد کے عرب مرتد ہو رہے ہیں۔ تو انہوں نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں! اگر کتے حضور ﷺ کیا زواجِ مطہّرات کی ٹانگوں کو گھسیٹتے پھریں تو بھی میں اس لشکر کو واپس نہیں بلائوں گا جسے حضور ﷺ نے روانہ فرمایا ہے، اور میں اس جھنڈے کو نہیں کھول سکتا جسے حضور ﷺ نے باندھا ہے۔ چنانچہ حضرت ابو بکر نے حضرت اُسامہ کا لشکر روانہ فرمایا (اور اسے واپس نہ بلا یا) جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ یہ لشکر جس قبیلہ کے پاس سے گزرتا جن کا مرتد ہونے کا اِرادہ ہوتا وہ قبیلہ والے کہتے: اگر مسلمانوں کی (بڑی) قوت نہ ہوتی تو اُن کے پاس سے اتنا بڑالشکر نکل کر نہآت آ۔ ابھی ہم ان مسلمانوں کو (ان کے حال پر) چھوڑ دیتے ہیں۔ ان کو رومیوں سے لڑنے دو (پھر دیکھیں گے)۔ چنانچہ اس لشکر نے رومیوں سے لڑائی کیا ور اُن کو شکست دی اور انھیں قتل کیا اور صحیح سالم واپسآگیا اور یوں(راستہ کے) تمام عرب قبیلے اِسلام پر جمے رہے۔ 1

حضرت سیف روایت کر تے ہیں کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے شام روانہ ہونے کے بعد بیمار ہو گئے اور چند ماہ کے بعد اسی بیماری میں اُن کا انتقال ہوا۔ حضرت ابو بکر کے انتقال کا وقت قریبآچکا تھا اور وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے لیے خلافت طے کر چکے تھے کہ اتنے میں (ملکِ شام سے) حضرت مثنٰیؓ رضی اللہ عنہ آئے اور انہوں نے حضرت ابوبکر کو تمام حالا ت بتائے ۔ تو حضرت ابوبکر نے کہا: عمر کو میرے پاس بلا لائو۔ چنانچہ حضرت عمرآگئے۔ آپ نے ان سے فرمایا: اے عمر! جو میں تمہیں کہہ رہا ہوں اسے غور سے سنو، اور پھر اس پر عمل کرو۔ میرا اندازہ یہ ہے کہ میں آج انتقال کر جاؤں گا۔ اور یہ پیر کا دن تھا۔ اگر میں ابھی مر جاؤں تو شام سے پہلے پہلے لوگوں کو حضرت مثنیؓ کے ساتھ (ملکِ شام)جانے کے لیے ترغیب دے کر تیار کر لینا،اور اگر میں رات تک زندہ رہوں اور رات کو میرا انتقال ہو تو صبح ہونے سے پہلے پہلے لوگوں کو حضرت مثنیؓ کے ساتھ (ملکِ شام) جانے کے لیے ترغیب دے کر تیار کرلینا۔ اور کوئی مصیبت چاہے کتنی ہی بڑی کیوں نہ ہو تمہیں تمہارے دینی کام سے اور تمہارے ربّ کی وصیت سے روک نہ سکے۔ تم نے مجھے دیکھا ہے کہ میں نے حضور ﷺ کے انتقال کے موقع پر کیا کیا تھا، حالانکہ اتنی بڑی مصیبتانسانوں پر کبھی نہیںآئی تھی۔ اللہ کی قسم! اگر میں اللہ اور اس کے رسول کی بات سے ذرا بھی پیچھے ہٹ جاتا تو اللہ تعالیٰ ہماری مدد چھوڑ دیتے اور ہمیں سزا دیتے اور سارا مدینہآگ میں جل جاتا ۔

(جاری ہے)



جسمانی سزا وروحانی زخم

مفتی حذیفہ صاحب

الحمد لله رب العالمين والعاقبة للمتقين والصلوة والسلام على من لانبی بعده ولامعصوم بعده اما بعد قال الله تبارك وتعالى والكاظمين الغيظ والعافين عن الناس (الآيـة) وقـال النبی صلی الله عليه وسلم ارحموامن فی الارض يرحمكم من فی السماء اوكما قال عليه الصلوة والسلام ۔

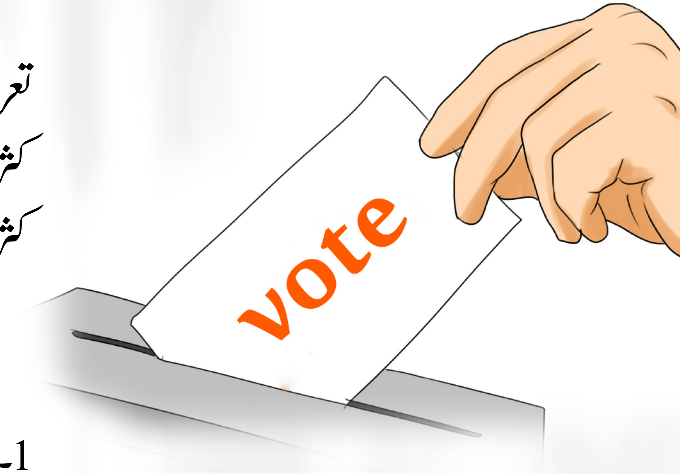
قارئین کرام: چونکہ آج کل خوف الٰہی ختم ہونے اور فکر آخرت نہ ہونے کی وجہ سے اکثرمقامات پرمظالم دیکھنے اورسننے میں آتے ہیں ، حالانکہ ارشاد باری تعالی ہے ، واللہ لایحب الظٰلمین (الآیۃ) " اللہ ظلم کرنے والوں کوپسند نہیں کرتا" مفسرین فرماتے ہیں لایحب کنایہ ہے سزا دینے سے یعنی اللہ ظالموں کو سزادے گا ، اور رسول اللہؐ نے فرمایا اتق دعوۃ المظلوم فانہ لیس بینہ وبین اللہ حجاب (متفق علیہ) مظلوم کی بد دعا سے بچو اس لیے کہ مظلوم اوراللہ کے مابین حجاب نہیں ہے ، ان نصوص کے باوجود اگرکوئی طاقتورکمزورپریاصاحب اقتدار رعای آپر ، یاکوئی اور مسئول اپنی رعیت پرظلم کرے تویہ اللہ تعالی کے غضب کو دعوت دینا نہیں تو اورکیا ہے ؟ اور گھروں کے اندر خواتین اوردینی مدارس کے اندر پڑھنے والے بچے زیادہ قابل توجہ ہیں ، خواتین کے بارے خود اللہ تعالی قرآن حکیم میں سفارش کرتاہے ، وعاشروھن بالمعروف (الآیۃ)" ان (عورتوں) کیساتھ اچھابرت آؤکرو " اورجہاں پرت آدیبا واضربوھن کا امرآیاہے ۔ یعنی جب وعظ ونصیحت اور بائکاٹ وغیرہ سے بازنہ آئیں توپھر" ان کومارو " امام بخاری رحمہ اللہ اس جملہ کی شرح میں لکھتے ہیں (ای ضربا غیر مبرح)یعنی ایسی مارجو نشان والی نہ ہو ، حاشیہ پرامام بخاری رحمہ اللہ غیرمبرح کی تشریح میں لکھتے ہیں غیر مبرح غیرشدید لایکسرعظما ولایسیل دما ولایترک اثرا ، ایسی نشان والی اورشدید پٹائی نہ ہوجس سے ہڈی ٹوٹے اورنہ ایسی جس سے خون بہے ، اورنہ ایسی جواثر چھوڑے ، اورابو داؤد شریف کی حدیث میں ہے کہ ولاتضربوھن ولاتقبحوھن " ان " عورتوں " کومت مارو اورنہ انہیں قبیح الفاظ کہو " ہاں ایک حدیث مبارک میں یہ بھی آیاہے کہ" لاترفع عصاک عن اھلک " اپنے اہل سے چھڑی مت ہٹاؤ " پھر آگے آتاہے ۔ (وکان محمد بن عجلان یحدث بقولہ علیہ السلام لاترفع عصاک عن اھلک فکان یشتری سوطا فیعلقہ فی قبتہ لتنظر الیہ إمراتہ واھلہ وقال آخرون بل ذالک امرمن النبی صلی اللہ بادب اھلھم ووعظھم شرح صحیح البخاری لابن بطال) " اورمحمد بن عجلان نبی علیہ السلام کیا س حدیث کوبیان کرتے تھے کہ اپنےاہل سے چھڑی مت ہٹاؤ پس اس نے ایک کوڑا خرید اتھا پس وہ اس کو اپنے قبہ میں لٹکا یا کرت آتھا تاکہ ان کی زوجہ اوبچوں کونظرآئے ۔ اوردوسروں نےکہاہے بلکہ وہ نبی علیہ السلام کی طرف سے امید تھا اپنے اہل کو ادب دینے اوروعظ کرنے کے سبب سے ابوداؤد شریف کی ایک اورحدیث میں بھی عورتوں کومارنے کی ممانعت آئی ہے ، قال النبیؐ لاتضربوا إماءاللہ آپ ؐ نے فرمایااللہ کی باندیوں (عورتوں) کومت مارو ، اسی طرح اوربھی بہت ساری احادیث موجود ہیں جن میں خواتین کیساتھ اچھا سلوک کرنے کے بارے میں حکم آیا ہے ، جیسا کہ اتقواللہ فی النساء فانھن عندکم عوان " خواتین کے بارے میں اللہ سے ڈروکیونکہ وہ تمہارے پاس قیدی ہیں " اسی طرح یہ کہ " خیرکم خیرکم لاھلہ وانا خیرکم لاھلی " " تم میں سے بہتروہ ہے جو اپنے اہل کیساتھ اچھا ہو اورمیں اپنے اہل کیساتھ بہت اچھاہوں ، " اسی طرح ایک اورحدیث میں ہے ، خیارکم خیارکم لنساءھم ، " تم میں سے پسندیدہ وہ ہے جو اپنی بیویوں کیساتھ اچھے ہوں " اورجوخواتین کی مارپٹائی کرتے ہیں ان کےبارے میں فرمایا۔ لیس اولئک بخیارکم (ابوداؤد) وہ لوگ (مارنے والے خواتین کو)پسندیدہ لوگ نہیں ہیں ، خواتین کیساتھ اچھاسلوک کرنے اوران پرظلم نہ کرنے کےبارے میں قرآن وحدیث میں بہت ساری تصریحات موجود ہیں لیکن مضمون کی طوالت سے بچنے کی خاطران چند پراکتفاء کیا جاتا ہے ، اورجہاں تک بچوں کاتعلق ہے ، توان کے بارے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد میں شفقت کرنے کی سفارش موجود ہے ، " جوہمارے بڑوں کی عزت نہیں کرتااورہمارے چھوٹوں پرشفقت نہیں کرتاوہ ہم میں سے نہیں " اورشفقت کااندازہ اس سے آپ لگا سکتے ہیں کہ نماز جیسے اہم فریضہ کے بارے میں بھی ان کوسخت مارنے سے ممانعت آئی ہے ، حدیث میں آتاہے ، " اپنی اولادکونمازکاحکم کروجب ان کی عمرسات سال ہو اورجب دس سال کے ہوجائے اورنماز نہ پڑھیں توان کومارو ہاتھ سے ، لکڑی سے نہیں مارو ، " بالغوں کیلئے نمازنہ پڑھنے پردنیا وآخرت کی کتنی سخت سزائیں ذکر کی گئی ہیں ، جوکسی صاحب عقل سے مخفی نہیں اورایسے بچے جوطالب علم بھی ہوں ان کے تواحادیث میں بہت سارے فضائل بھی ذکر کیے گئے ہیں ، جیساکہ حدیث میں ہے کہ فرشتے ان کیلئے اپنے پربچھاتے ہیں اسی طرح پرندے حتی کہ بلوں کے اندر چیونٹیاں اورپانی میں مچھلیاں ان کیلئے دعائیں مانگتی ہیں ، ان کے ساتھ تواور بھی اچھے سلوک کابرت آؤ کرنا ضروری ہے ، امام ابویوسف رحمہ اللہ فرماتے ہیں شاگردوں کیساتھ ایسے خلوص اورمحبت سے پیش آؤ کہ دوسرا دیکھے توخیال کرے کہ یہ تمہاری اولاد ہیں ، علمی مجالس مین غصے سے پرہیزکرو ، اسی طرح جامع العلوم میں ایک حدیث ہے کہ جب طالب علم آپ کے پاس آئے توان سے مہربانی سے پیش آنا ، " مقدمہ ابن خلدون جلد 2 میں طالب علم بچوں کی مار پٹائی پریوں سرزنش موجود ہے کہ تعلیم کے سلسلہ میں خاص طور پرچھوٹےبچوں کی مارپٹا ئی است آد کی نااہلی کی نشانی ہے ، شاہ حکیم محمد اخترصاحب رحمہ اللہ ولی کامل نے قرآن پاک کے معلمین کوبچوں کی سخت مارپٹائی سے منع کرتےہوئے فرمایاہے " الرحمن علم القران " میں یہاں "



جسمانی سزا وروحانی زخم

مفتی حذیفہ صاحب

الرحمن " کیوجہ سے تخصیص یہ ہے کہ قران پاک کے معلمین قصائی کی طرح بچوں کو نہ پیٹیں اس سے بچوں کے اعصاب خراب ہوجاتے ہیں ، (تعلیم القرآن میں شان رحمت مولانا شاہ حکیم محمد اختر) حکیم الامت اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ نے بچوں کی مارپٹائی سے منع کرتے ہوئے یوں ترغیب دی ہے ، " میری سمجھ میں نہیں آتا کہ جب کوئی نابالغ بچے کو مارتا ہے تو اسکی معافی کیسے ہوگی کیونکہ شرعا نابالغ کی معافی معتبر نہیں ہے ، (اصلاح انقلاب للتھانوی رحمہ اللہ) اسی طرح مفتی تقی عثمانی صاحب فرماتے ہیں " قرآن مجید کے مدارس میں مارپٹائی کا عمل بہت زیادہ بڑھ گیا ہے ۔ (اصلاحی خطبات) بچوں کیساتھ شفقت اور محبت سے پیش آنے اور ان پر ظلم نہ کرنے کے بارے میں احادیث اورعلماء کرام کے اقوال ذکر کئے گئے اب ہر مسلمان بلکہ مطلق انسان حتی کہ جانوروں پر بھی ظلم نہ کرنے کے بارے میں احادیث پیش خدمت ہیں ، مسند احمد کی ایک حدیث میں مسلمانوں کو مارنے سے منع کیا گیا ہے ، نبی ؐ نے فرمایا "ولاتضربوا المسلمین " مسلمانوں کومت مارو ، ایک اور حدیث میں مسلمانوں کو مارنے پر ذلیل ہونے کی وعید سنائی گئی ہے ، الالاتضربوا المسلمین فتذلوکم ، خبردار مسلمانوں کومت مارو ورنہ ذلیل ہوجاؤ گے ، (سنن ا لکبری للبیھقی) صحیح مسلم کی ا یک حدیث میں ظلم وتشدد کرنے والوں کوآگ کی وعید سنائی گئی ہے ، قال رسول اللہ ؐ ، " صنفان من اھل النارلم ارھما قوم معھم سیاط کاذناب البقریضربون بھا الناس " الخ " رسول اللہ ؐ نے فرمایا جہ نمیوں کے ، دوقسم ایسے ہیں جومیں نے نہیں دیکھے ان میں سے ایک ایسی قوم ہے جن کے (ہاتھوں) مین کوڑے ہوں گے جو گائیوں کے دموں کی مانند ہوں گے جن کے ذریعے لوگوں کومارتے ہوں گے ، " ایک اور حدیث میں ہے ، عن عائشۃ رضی اللہ عنہ قالت ماضرب رسول اللہ ؐ شیئا قط بیدہ ولاامراۃ ولاخادما الاان یجاھد فی سبیل اللہ ، عائشہ رضی اللہ عنہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ؐ نے کبھی بھی اپنے ہاتھ سے عورت کو نہیں مارا نہ خادم کو مارا ہے ماسوا ئے جہاد فی سبیل اللہ کے ، آزاد مسلمان تو پھر بھی ازاد ہیں شریعت مطھرہ نے توغلاموں اورخادموں پر بھی ظلم کرنے سے منع کیا ہے ، حدیث میں آتا ہے ، " ا ذا ضربتوھم فلاتضربوھم بوجوھھم، " ان خادموں کوجب مارتے ہو تومنہ سے مت مارو(مسند احمد) منہ چونکہ اشرف الأ عضاء ہے اسلئے اس پرضرب لگانے کی ممانعت ایک اور حدیث سے بھی ثابت ہے ، عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ عن النبی ؐ قال اذا ضرب احدکم فلیتق الوجہ ابوھریرۃ رضی اللہ عنہ نبی ؐ سے روایت کرتے ہیں کہ جب تم میں سے کوئی مارپٹائی کرے توچہرے کومارنے سے بچے (رواہ ابوداؤد) سورۃ احزاب میں بے جامومن مردوں اورعورتون کوایزا رسانی پروعید ذکرہے ، والذین یؤذون المؤمنین والمؤمنات بغیرمااکتسبوا ،، اوروہ لوگ جومومن مردوں اورعورتوں کوبغیر کسی (جرم) کئے ھرتکلیف پھنچاتے ہیں ، اسکی تفسیر میں ہے کہ سواء کان المضروب امرءہ وضاربھا زوجہ اومملوکا وضاربہ مولاہ اوصغیرا وضاربہ والدہ او وصی لابیہ علیہ " برابر ہے کہ وہ ماری گئ عورت ہو اور مارنے ، والااس کاشوہرہو ، یاغلام ہواور مارنے والااس کا آقاہو ، یاچھوٹا (بچہ) ہو اورمارنے والااس کا والد ہو یامارنے والاوہ شخص ہوجسکواس ،(بچے) کے والد نے اس کے (مارنے) کی وصیت کی ہو ، یعنی اجازت دی ہو ، قارئین کرام : انسان تو پھر بھی انسان ہیں فریاد کرنے پرکوئی سن لے گا تسلی دے گا ، مدد کرے گا ، دین اسلام نے بے زبان جانوروں پربھی ظلم کرنے سے منع فرمایا ہے ، جس کہ حدیث شریف میں ہے قال النبی ؐ سبحان اللہ لاتضربوعلی وجوھھا ، سبحان اللہ تعجبا ۔ فرماکرارشاد فرمایا کہ اس (گدھے) کوچھرے پے مت مارو ، (صحیح ابن صبان) ایک اورحدیث میں ہے چوپائیوں کی پیٹھ کومنبرنہ بناؤ ، یعنی ایسانہ ہوکہ تم ان پر بیٹھ کرلمبی بحثیں کرو اوران کوتکلیف پہنچے ، اس طرح حدیث میں زندہ چیز کونشانہ بنانے سے بھی منع کیا گیا ، اورعملا بھی سرور کونین صلی اللہ ؐ نے ثابت کیا ہے کہ مخلوق الہی سے کسطرح سلوک کرنا چاہئے جسکی مثال انس رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے ، عن انس قال خدمت النبی ؐ عشر سنین فما قال لی اف (صحیح البخاری) انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ ؐ کی دس سال خدمت کی لیکن (دس سال خدمت) میں مجھے اف تک نہ کہا ، سبحان اللہ کیا شان اخلاق تھی ، کیا نبی ؐ کی پیروی کرنے میں کامیابی نہیں ؟ کیوں نہیں ضرور ہے توپھر آپ ؐ کے ارشادات پرعمل کرکے ظلم سے اجتناب کیوں نہ کریں کیونکہ الظلم ظلمات یوم القیامۃ ظلم قیامت کے دن کے اند ھیرے ہیں ۔ حاصل یہ کہ ہر قسم کے ظلم سے اجتناب کیا جائے ، اللہ ہمارا اور آ پکا حامی وناصر ہو ۔



معاصر ادیان، مذاہب اور جماعتیں

جمہوریت

مفتی عبداللہ سلارزئی

تعریف : یہ ایک ایسا نظام حکومت ہے جس میں عوام کیا کثریت کو خدائی کا اختیار دیاجاتا ہے ، چنانچہ اگر عوام کیا کثریت چاہے تو کفر کو اسلام اور اسلام کو کفر قراردے ۔

جمہوریت اللہ تعالی کے ساتھ حاکمیت میں شرک ہے ۔

جمہور یت شرک کے علاوہ اور بھی کئی کفریات پر مشتمل ہے :

1۔ جمہوریت میں ہرشہری کو عقیدے اور فکر کیا زادی حاصل ہوتی ہے لہٰذا اگر کوئی مرتد ہوناچاہے تو جمہوریت میں یہ اس کا بنیادی حق ہے جبکہ اسلام میں مرتد کی سزا قتل ہے ۔

2۔جمہوریت میں ہر شخص کو آزادئ تعبیر کا حق حاصل ہوتا ہے لہٰذا اگر کوئی شخص شعائر اسلام یا انبیاء کرام علیہم السلام کی تو ہین کرنا چاہے تو جمہوریت میں یہ اس کا بنیادی حق ہے (معاذاللہ) جبکہ اسلام میں ایسے شخص کی سزا قتل ہے ۔

3۔ جمہوریت میں تمام لوگ برابر کے شہری ہوتے ہیں جبکہ اسلام میں کافر اور مسلمان برابر نہیں ہوسکتے ۔

اگر کوئی یہ کہے کہ یہ سب کچھ مغربی جمہوریت میں ہوتا ہے ہمارے ہاں تو اسلامی جمہوریت رائج ہے ، تو اس کا پہلاجواب یہ ہے کہ جمہوریت کو اسلامی جمہوریت کہناایس آ ہے جیسا اسلامی کفر ، اسلامی شراب وغیرہ تو جس طرح کفر اسلامی نہیں ہوسکتا اس طرح جمہوریت بھی اسلامی نہیں ہوسکتی ۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ اگرچہ پاکستان سمیت عالم اسلام کے کئی ممالک نے اپنے دساتیر میں یہ تصریح کی ہے کہ حاکمیت اعلی اللہ تعالی کی ہوگی لیکن اس کے ساتھ ساتھ ان تمام ممالک نے اقوام متحدہ کے چارٹرپر بھی دستخط کیے ہیں جس کی روسے یہ تمام جمہوری آزادیاں اور حقوق اسی طرح ماننے ہو ں گے جس طرح مغربی جمہوریت ہیں ، تو کیا یہ اسلام کے منافی نہیں ؟ !!!!

بنیاد : جمہوریت کی بنیاد 1779م میں فراسیسی انقلاب کے بعد پڑی ، اس انقلاب کی روسے کلیس آ اور بادشاہوں سے حق حاکمیت چھین کر عوام کیا کثریت کے حوالے کردیا گیا ۔

جمہوریت کے متعلق اکابر علماءکرام کی آراء:

1۔ شہید اسلام مولانا یوسف لدھیانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں : ”جمہوریت دورجدید کا صنم اکبر (بڑابت) ہے “۔

2۔مفتی شامزئ شہید رحمہ اللہ فرماتے ہیں:” اللہ کا دین کبھی بھی ووٹ کے ذریعے اور جمہوریت کے ذریعے غالب نہ ہوگا ، اللہ کا دین اگر آئے گا توجہاد کے ذریعے آئے گا “۔

3۔ علامہ سید عطاء المحسن رحمہ اللہ فرماتے ہیں : ”جس طرح قبر کو مشکل کشا ماننا شرک ہے اسی طرح جمہوریت اور دیگر نظامہائے باطل بھی اللہ کے ساتھ شرک ہیں “۔

4۔ مولانا مفتی محمودرحمہ اللہ نے بینگورہ سوات میں ایک وکیل کے سوال کے جواب میں فرمایا؛”ہم جمہوریت پر لعنت بھیجتے ہیں ، اس میں تو مردوں کی آپس میں شادی کیا جازت ہے جیسا کہ برطانیہ میں اس کا بل کثرت رائے سے پاس ہواہے “ نیز فرمایا “ میں اسلام کے سوا ہر ازم کو کفر سمجھتا ہوں “۔

5۔ حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:”غرض اسلام میں جمہوری سلطنت کوئی چیز نہیں “۔

6۔ شیخ سلیم اللہ خان صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں : “ نہ انتخابات کے ذریعے اسلام لایاجاسکتاہے ، نہ جمہوریت کے ذریعے اسلام لایاجاسکتاہے “۔ (بحوالہ ماہنامہ سنابل مئی 2013م)

7۔ جامعہ اشرفیہ لاہور کے سابق رئیس دار الافت آء شیخ الحدیث مولانا حمید اللہ خان صاحب رحمہ اللہ اپنے ایک فتوے میں فرماتے ہیں :”ووٹ چاہے امانت ہو ، شہادت ہو یاوکالت ہو ہرصورت میں موجودہ مغربی جمہوری نظام کی ت آئید ، تصدیق اور اسے عملاً تسلیم کرنا اور تقویت دیناہے ۔ ووٹ کا استعمال مغربی جمہوری نظام کو عملاً تسلیم کرنا اور اس کی تمام خرابیوں میں حصہ دار بننا ہے اس لیے موجودہ مغربی جمہوری نظام کے تحت ووٹ کا استعمال کرنا شرعاً ناجائز ہے“ ۔ (مصدر سابق)

اثر ونفوذ کے علاقے :جمہوری نظام حکومت عالم اسلام سمیت پوری دنیا میں رائج ہے ، اسرائیل یہودی اور بھارت ہندو ہونے کے باوجود جمہوری نظا م حکومت کے حامل ہیں ، اسی طرح پاکستان سمیت عالم اسلام کے اکثر ممالک اسی نظام کو اپنے ملکوں میں نافذ کیے ہوئے ہیں ۔

مزید تفصیل کے لیے ان کتابوں کا مطالعہ کیا جائے :

1۔ ادیان کی جنگ ، دین اسلام یا دین جمہوریت ،مولاناعاصم عمر صاحب

2۔عالم اسلام پر مغرب کی فکری یلغار ۔ قاری عبدالھادی صاحب

3۔ ماہنامہ سنابل ،جمہوریت نمبر مئی 2013 م

اس کے علاوہ دیگرزبانوں مثلاً عربی ، پشتو وغیرہ میں بہت ساری کتابیں اس موضوع پر لکھی گئی ہیں ۔



امیر تحریک طالبان پاکستان

طالب حق فضل اللہ خراسانی حفظہ اللہ

برما کے حوالے سے امت مسلمہ کے نام پیغام



الحمد لله القاهر فوق عباده.ناصر المستضعفين ومعز المؤمنين ـومذل الكافرين والمشركين۔ وقاهر الجبارين ومخزي الظالمين ـومحطّم الأكاسرة والقياصرة. الذي قال في محكم التنزيل اعوذبالله من الشيطن الرجيم :وَمَا لَكُمْ لَا تُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَالْمُسْتَضْعَفِينَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ وَالْوِلْدَانِ الَّذِينَ يَقُولُونَ رَبَّنَا أَخْرِجْنَا مِنْ هَذِهِ الْقَرْيَةِ الظَّالِمِ أَهْلُهَا وَاجْعَلْ لَنَا مِنْ لَدُنْكَ وَلِيًّا وَاجْعَلْ لَنَا مِنْ لَدُنْكَ نَصِيرًا (57) الَّذِينَ آمَنُوا يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَالَّذِينَ كَفَرُوا يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ الطَّاغُوتِ فَقَاتِلُوا أَوْلِيَاءَ الشَّيْطَانِ إِنَّ كَيْدَ الشَّيْطَانِ كَانَ ضَعِيفًا (النساء67)وقال: أَمْ حَسِبْتُمْ أَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَأْتِكُمْ مَثَلُ الَّذِينَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِكُمْ مَسَّتْهُمُ الْبَأْسَاءُ وَالضَّرَّاءُ وَزُلْزِلُوا حَتَّى يَقُولَ الرَّسُولُ وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ مَتَى نَصْرُ اللَّهِ أَلَا إِنَّ نَصْرَ اللَّهِ قَرِيبٌ (البقرة:412)وقال: أُذِنَ لِلَّذِينَ يُقَاتَلُونَ بِأَنَّهُمْ ظُلِمُوا وَإِنَّ اللَّهَ عَلَى نَصْرِهِمْ لَقَدِيرٌ . الَّذِينَ أُخْرِجُوا مِنْ دِيَارِهِمْ بِغَيْرِ حَقٍّ إِلَّا أَنْ يَقُولُوا رَبُّنَا اللَّهُ وَلَوْلَا دَفْعُ اللَّهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَهُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَبِيَعٌ وَصَلَوَاتٌ وَمَسَاجِدُ يُذْكَرُ فِيهَا اسْمُ اللَّهِ كَثِيرًا وَلَيَنْصُرَنَّ اللَّهُ مَنْ يَنْصُرُهُ إِنَّ اللَّهَ لَقَوِيٌّ عَزِيزٌ . الَّذِينَ إِنْ مَكَّنَّاهُمْ فِي الْأَرْضِ أَقَامُوا الصَّلَاةَ وَآتَوُا الزَّكَاةَ وَأَمَرُوا بِالْمَعْرُوفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ وَلِلَّهِ عَاقِبَةُ الْأُمُورِ (الحج39, 41,40)

اللہ تعالی فرماتاہے :" اور تمہیں کیا (عذر) ہے کہ تم جنگ نہیں کرتے اللہ کی راہ میں ، اور ان لوگوں کےلیے جو کمزور ہیں مردوں میں سے اور عورتوں اور لڑکوں (میں سے)۔ جویہ کہہ رہے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار ! ہم کو اس بستی سے باہر نکال جس کے باشندے (سخت) ظالم ہیں ۔ اور ہمارے لئے اپنی طرف سے کوئی دوست پیدا کردے ، اور ہمارے لئے اپنی طرف سے کوئی حمایتی کھڑا کردے ، جو ایمان والے ہیں وہ تو اللہ کی راہ میں لڑتے ہیں ، اور جو کافر ہیں وہ طاغوت کی راہ میں لڑتے ہیں ۔ سو تم لڑو شیطان کے ساتھیوں سے اور شیطان کی چال تو کمزور ہی ہوتی ہے "اورفرمایا: "کیا تم یہ گمان رکھتے ہو کہ جنت میں داخل ہوجاؤ گے ، درآنحالیکہ (ابھی) تم پر ان لوگوں کے حالات پیش نہیں آئے جو تم سے پہلے گزر چکے ہیں ، انہیں تنگی اور سختی پیش آئی اور انہیں ہلا ڈالا گیا ، یہاں تک کہ پیغمبر اور جو لوگ ان کے ہمراہ ایمان لائے تھے بول اٹھے ، کہ اللہ کی مدد (آخر) کب آئے گی ، سنو! اللہ کی مدد یقیناً قریب ہی ہے "۔اورفرمایا: " اجازت دی جاتی ہے ان لوگوں کو جن سے لڑائی کی جاتی ہے ، اس لئے کہ ان پر بہت) ظلم ہوچکا۔ اور بیشک اللہ ان کی نصرت پر (ہر طرح) قادر ہے ، جو اپنے گھروں سے بےوجہ نکالے گئے محض اس بات پر کہ وہ یوں کہتے ہیں کہ ہمارا پروردگار اللہ ہے ، اور اگر اللہ لوگوں کا زور ایک دوسرے سے نہ گھٹاتا رہتا تو نصاری کی خانقاہیں اور عبادت خانے اور یہود کے عبادت خانے اور مسلمانوں کی مسجدیں جن میں اللہ کا نام کثرت سے لیا جاتا ہے (سب) منہدم ہوگئے ہوتے ، اور اللہ ضرور اس کی مدد کرے گا جو اس (کے دین)کی مدد کرے ، بےشک اللہ قوت والا ہے غلبہ والا ہے ، (یہ لوگ ایسے ہیں کہ) اگر ہم انہیں زمین میں حکومت دے دیں تو یہ لوگ نماز کی پابندی کریں اور زکوۃ دیں اور (دوسروں کو بھی) نیک کام کا حکم دیں اور برے کام سے منع کریں ، اور انجام (سب) کاموں کا اللہ ہی (کے ہاتھ) میں ہے"

انتہائی قابل قدر مسلمان بھائیو اور بہنو!علمائے کرام ،مشائخ عظام ، مجاہدین اسلام اور امت مسلمہ کے نوجوانو! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ ! معزز سامعین ! بڑے افسوس اور شرم کی بات ہے کہ دنیا میں تقریباًڈیڑھ ارب مسلمان ہیں اور وہ بھی دنیا کے اہم ترین خطہ پر !ان کے پاس لاکھوں کی تعداد میں مسلح افواج ہیں ،پچاس سے زیادہ ممالک ہیں لیکن اقوام عالم میں ان کی کوئی حیثیت نہیں ہے ۔

اگر فلسطینی معصوم اور نہتے بچوں کا قاتل ایک قابض اور غاصب یہودی ماراجائے تو پوری دنیا اس پر اظہار افسوس کرتی ہے ۔ اگر امریکا ،فرانس اور دیگر کفری ممالک میں کوئی ہم جنس پرست، مجاہدین اسلام کے ہاتھوں اپنے انجام کو پہنچ جائے تو اس ملعون اور جہنمی لوطی پر پوری دنیاسے اظہار افسوس کا ایک نہ ختم ہونے والا سلسلہ شروع ہوجاتا ہے اور ہر کوئی یورپ کے اس ملعون تہذیب کو بچانے کے لیے ایک دوسرے سے سبقت لیجانے کی کوشش کرتاہے ۔

لیکن افسوس ! صد افسوس ! کوئی نہیں جو برما کے مشرک بودائیوں کو سزا دے ، یا کم ازکم اس بربریت اور حیوانیت پر اظہار افسوس اور مظلوم مسلمانوں کے ساتھ اظہار یکجہتی کے دوجملے بولے۔ جو کچھ انہوں نے کیا اور کررہے ہیں آیا انسانیت کی ت آریخ میں اس کی کوئی مثال ہے !

آیا نام نہاد اسلامی ممالک کیا فواج پر مسلمانوں کے خزانوں سے پیسہ اس لیے خرچ ہو تاہے کہ وہ اپنے ممالک میں ان مجاہدین اور اولیاء اللہ کے خلاف استعمال ہوں جو پارلیمنٹ کی بالادستی کی جگہ قرآن وسنت اور شریعت الہی کی بالادستی چاہتے ہیں ؟

آیا ایٹمی پاکستان صرف اس لیے اس بے غیرت فوج پر خطیر رقم لگاتاہے کہ وہ اپنے پورے ملک اور بالخصوص ملاکنڈڈویژن اور آزاد قبائل میں اسلامی نظام کا مطالبہ کرنے والے مسلمان اور مجاہدین شہید ، اور جیلوں میں بند کرے یاان کے خاندان دربدر کرے ، اور ان کی مساجد اور مدارس کو کھنڈرات میں تبدیل کرے اور ان کے ساتھ وہ سب کچھ کرے جو ان سے ہوسکے ۔

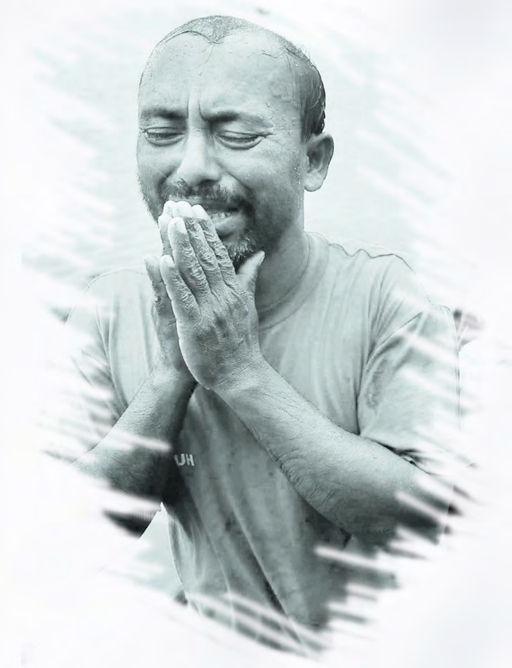
انتہائی افسوس کے ساتھ کہنا پڑرہاہے کہ برائے نام اسلامی ممالک کی افواج خطے میں صرف اور صرف شیطانی تہذیب کے سالار ،امریکا کی بقا کی جنگ میں مصروف ہیں۔ ان کے پاس برماکے سفاک اور وحشی بودائی



امیر تحریک طالبان پاکستان

طالب حق فضل اللہ خراسانی حفظہ اللہ

برما کے حوالے سے امت مسلمہ کے نام پیغام



درندوں اور مظلوم فلسطینیوں کے قاتل یہودیوں کا ہاتھ روکنے کے لیے کوئی ٹائم نہیں ہے ، ان کے پاس ٹائم ہے تو مجاہدین اور راسخ العقیدہ مسلمانوں کو کمزور کرنے ، انہیں شہید کرنے اور جیلوں میں ڈالنے کے لیے اور ان کے خلاف یکے بعد دگرے آپریشنز کرنے کے لیے ۔ مسلمانوں کی مشکلات کا اصل اور حقیقی سبب ان پر مسلط بے دین اور بے غیرت حکمران ہیں ۔ اگر ظالم وجابر امریکاکے خلاف اس کے ملک کے اندر بھی کوئی کارروائی ہوتی ہے تو سب سے پہلے یہی مرتد حکمران اس کولبیک کہہ دیتے ہیں ۔

برادران اسلام ! کیا تم نہیں دیکھتے کہ پچھلے سولہ 61 سال میں شیطانی تہذیب کے سالار اور مسلمانوں کے سب سے بڑے قاتل امریکا کو کس نے اڈے دیے ؟ کس نے اس کی افواج کودنیا کی واحد اسلامی حکو مت کو صفحہ ہستی مٹانے کے لیے افغانستان میں داخل ہونے کاراستہ دیا ؟ کس نے اس مسلمانوں کے قاتل کو خوش کرنے کے لیے اسلام پسند پشتون قبائل کا قتل عام کیا ؟ کس نے ان کے گھر جلائے ؟ کس نے ان کی مساجد اور مدارس کو ملیامیٹ کیا ، کس نے ان کے علمائے کرام کو سڑکو ں پر گھسیٹ کرکے شہید کیا ؟

کیا مسلمان ٹیکس اس لیے دے رہے ہیں کہ اس سے ایک ایسی فوج تیار ہو جس کے نزدیک سب سے بڑاجرم شریعت کا مطالبہ کرناہے؟ آج اس مرتد اجرتی قاتل فوج کا کام ، زنا کے اڈوں ، شراب خانوں ،نوابوں ،وڈیروں ،چودھریوں ،ظالم سرداروں ، اور دنیا کے سب سے بڑے قاتل اور ملعون جمہوری شیطانی تہذیب کے سردار امریکا کا تحفظ ہے ۔

کیا ہمارے پیارے نبی ﷺ نے نہیں فرمایا کہ :
الْمُسْلِمُ أَخُـو الْمُسْلِمِ لاَ يَظْلِمُهُ وَلاَ يَخْذُلُهُ وَلاَ يَحْقِرُهُ۔“
مسلمان ،مسلمان کا بھائی ہے ، نا تو اس پر ظلم کرتاہے ، نا اس کو بےیارومددگار چھوڑتاہے اور ناہی اس کی تحقیر اور توہین کرتاہے ”۔

برما کے مشرک بودائی نہ تو بہت دور ہیں اور نا ہی مضبوط لیکن مسلمانوں کیا جتماعی غفلت کی وجہ سے ان پر ایسے بے حس ، بے غیرت اور بے ضمیر حکمران مسلط ہیں جس کی وجہ سے مسلمان تعداد میں ڈیڑھ ارب ہونے کے باوجود انتہائی ذلیل وخوار ہیں ۔برماکے مسلمانوں کاقتل عام ،توہین

مسلمان بھائیو! اس ظلم سے نکلنے کا راستہ اقوام متحدہ ،سلامتی کونسل ،اسلامی کانفرنس اور عرب لیگ نہیں بلکہ یہ سب تو عالمی کفری نظام کے تحفظ کے لیے ہیں ، بلکہ اس مظلومیت سے نکلنے کا واحد راستہ مقدس جہاد ہے ۔
رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: إِذَا تَبَايَعْتُمْ بِالْعِينَةِ, وَأَخَذْتُمْ أَذْنَابَ اَلْبَقَرِ, وَرَضِيتُمْ بِالزَّرْعِ, وَتَرَكْتُمْ اَلْجِهَادَ, سَلَّطَ اَللَّهُ عَلَيْكُمْ ذُلًّا لَا يَنْزِعُهُ حَتَّى تَرْجِعُوا إِلَى دِينِكُمْ - رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ ”جب تم ناجائز کاروبار کرنے لگوگے اور بیلوں کے دم پکڑوگے اور کھیتی باڑی پر خوش ہوجاؤگے اور جہاد چھوڑوگے تو اللہ تعالی تم پر ذلت مسلط کردیں گے یہاں تک کہ تم اپنے دین یعنی جہاد کی طرف واپس آجاؤ ”
اور فرمایا :لا عــزة الا بالجهاد“
عزت نہیں مگر جہاد کے ساتھ ”

تو مسلمان اگر ذلت سے نکلنا چاہتے ہیں اور حقیقی آزادی حاصل کرنا چاہتے ہیں تو اس کا راستہ صرف اور صرف جہاد فی سبیل اللہ ہے ۔

ہم برما کے مظلوم مسلمانوں کے ساتھ ان کے غم اور درد میں برابر کے شریک ہیں ۔ جس کے دل میں ذرے کے برابر بھی ایمان ہے وہ اس صورت حال سے پریشان ہے لیکن اس مشکل کا واحد حل جہاد فی سبیل اللہ ،فدائی حملے اورجہاد کا حصہ بنناہے، اس کے سوا اس ذلت سے نکلنے کا کوئی راستہ نہیں ۔ وَاللَّهُ غَالِبٌ عَلَى أَمْرِهِ وَلَكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

بکھرے موتی

حنیف فاروقی

الحمد لِلّٰہِ نحمدُہ ونستعینہ ونؤمن بہ ونتوکل علیہ ط ونعوذ بااللہ من شرور انفسنا ومن سیأت اعمالنا من یھدہ اللہُ فلا مُضل لہ ومن یضللہ فلا ھادی لہ ط ونشھدُ ان لآالٰہ الا اللہُ ونشھدُ ان سیدنا محمدًا عبدہ ورسولہ ط اما بعد !

اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم

ط بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط

ان الدّینَ عند اللہ الاسلام قف

ترجمہ :۔ اللہ کے نزدیک دین صرف اسلام ہے۔ اس لیے اللہ اسلام کے سوا کوئی دین قبول نہیں فرماتے ، اور اسلام کیا ہے ۔ وہ سر تسلیم خم کرنا ، اطاعت کرنا او ہر معاملے میں اتباع کرنا ہے اس لیے اللہ کے ہاں مقبول دین صرف عقلی تصور نہیں ہے۔ نہ صرف تصدیق بالقلب دین ہے ، دین یہ ہے کہ اس تصور حیات اور اس تصدیق و یقین کے تقاضے بھی پورے کئے جائیں اور تقاضے یہ ہیں کہ لوگ اپنے تمام امور میں شریعت کے مطابق فیصلے کریں اور پھر شریعت جو فیصلہ کرے اسے بطیب خاطر قبول کریں اور اس نظام میں رسول خدا کیا طاعت کریں۔ اس لئے تمام لوگوں کی جانب سے اب اللہ کے ہاں مقبول دین اسلام ہے جو جو واضح ، صاف اور قطعی ہے یعنی دین اسلام اور اسلام کا معنٰی ہے ۔ کتاب اللہ کے مطابق عدالتوں میں فیصلہ کرنا اور اس کے بعد اسے تسلیم کرنا اور اس پر عمل کرنا ۔ اگر کوئی ایسا نہیں کرتاتو وہ دین دار نہیں ہے وہ مسلم نہیں ہے اگر چہ وہ دعوٰی دین کرے اور دعوئے اسلام کرے۔ نہ صرف یہ بلکہ جو شخص کفار کو دوست بناتا ہے تو اس کا اللہ کے ساتھ کوئی تعلق نہ ہوگا۔

میرے ہم سفر بھائیو!

غرض تصور یہ ہے کہ ایک الہ ہے اس لئے ایک ہی نظام ہے ، پھر اس الہ کے سامنے سرتسلیم خم کرنا ہے نہ ان کے تصور میں اس کے سوا کوئی تصور ہو ، نہ ان کی زندگی کا کوئی گوشہ اس نظام سے آزاد ہو ۔۔۔ جب اللہ ایک ہے تو پھر بندگی اور انقیاد بھی اسی کیلئے ہے ۔ اور یہی اللہ اس بات کا حقدار بھی ہے ۔ کہ لوگ اس کے مطیع فرمان ہوں ، ان کے قانونی نظام میں شریعت نافذ ہو اور ان کیا قدار حیات اور حسن ، قبح کے پیمانوں میں یہ شریعت معیار ہو ۔ اور ان کی پوری عملی زندگی اس شریعت پر قائم ہو۔ اگر ایک اللہ ہے تو پھر تصور حیات بھی ایک ہی ہوگا ۔ اور یہ تصور و نظریہ وہی ہوگا جسے اس الہ نے اپنے بندوں کیلئے پسند کیا ہے ۔ یعنی خالص عقیدہ توحید چمکتا ہوا اور صاف ستھرا ۔

میرے ہم سفر مجاھد بھائیو! عقیدۂ توحید کا پہلا تقاضا یہ ہے کہ ۔" ان الدین عند اللہ الاسلام " اللہ کے نزدیک نظام زندگی صرف اسلام ہے ۔ اور اسلام صرف دعوٰی ہی نہیں ہے ۔ وہ صرف جھنڈے کا نام بھی نہیں ہے وہ صرف نعرے کا نام بھی نہیں ہے ، وہ صرف ایک تصور اور خیال کا نام بھی نہیں ہے ۔ جہاں پر دل مطمئن ہو، اور نہ وہ صرف انفرادی عبادات کا نام ہے جنہیں ایک فرد بطور فرد ادا کرتاہے ؛ مثلاً نماز، حج اور روزے ایسا ہرگز نہیں ہے ۔ صرف یہ امور اسلام نہیں جن کے بارے میں اللہ تعالٰی فرماتے ہیں کہ میں اس کے سوا کوئی دین قبول نہیں کرتا۔ بلکہ اسلام تو مکمل انقیاد کا نام ہے اسلام مکمل عبادت کا نام ہے وہ مکمل اتباع ہے ۔ اسلام یہ ہے کہ عدالتوں میں کتاب اللہ کے مطابق فیصلے ہو رہے ہوں ۔ اسلام صرف علم اور معرفت کا نام نہیں ہے اور نہ ہی وہ معرفت اور اقرار سے عبارت ہے بلکہ اسلام عبارت ہے ۔ معرفت ، اقرار اور اطاعت تینوں سے ۔ یہ انقیاد اور اطاعت ظاہر امور میں بھی لازمی ہے اور باطنی امور میں بھی۔

میرے ہم سفر بھائیو! میرے ذہن میں ہمیشہ یہ سوال آتا ہے کہ صحابہ کرام کی زندگی اور موجودہ مسلمانوں کی زندگی میں فرق کیا ہے ؟ تو مجھے بہت فکر وسوچ اور مطالعے سے اس سوال کا جواب ملا کہ صحابہ کرامرضی اللہ عنہ کی زندگی اور موجودہ مسلمانوں کی زندگی میں سب سے بڑا فرق یہ ہے کہ ،، تعلیم برائے تعمیل " کے اس مخصوص طریقہ کار نے صحابہ کرامرضی اللہ عنہ کی لاثانی مبارک اومنفرد تنظیم تیار کیا ور بعد کی نسلیں جس طریقہ کار کی روشنی میں تیار ہوئیں وہ ،، تعلیم برائے تحقیق و تفریح " سے عبارت تھا اور لاریب یہ وہ اساسی عامل ہے جس نے بعد کی نسلوں کو پہلی لاثانی اسلامی نسل سے بالکل مختلف کر دیا ۔

جیسا کہ ہم نے تفصیل سے مطالعہ کیا کہ سورت ال عمران کا پہلا سبق بالکل وضاحت اور صاف ستھرے طریقے سے اس بات کا فیصلہ کردیتا ہے کہ اللہ کے نزدیک مقبول نظام زندگی صرف اسلام ہے ۔ اس سے فرار اور جان چھڑانے کی کوئی ضرورت نہیں ہے جو شخص بھی مسلمان بننا چاہتا ہے اسے یہ حقیقت تسلیم کرنا ہوگی اسلام کی یہی صورت ہے وہ صورت نہیں ہے جوآج کل لوگوں نے اپنے لیے خود کھڑی رکھی ہے ۔ وہ محض اوہام ہیں ۔

یاد رکھو میرے مسلمان بھائیو اور خاص کر تحریک طالبان پاکستان کے ساتھیو کہ جو شخص اسلام کا دعوٰی کرتاہے اور اپنی عملی زندگی میں اسلام کے خلاف روش اختیار کرتاہے ، جو شخص اسلام پر یقین رکھتا ہے لیکن اسلامی فرائض علی الاعلان ادا نہیں کرتااور اسلامی نظام حیات کو عملاً قائم کرنے کے لئے جدوجہد نہیں کرتا۔ وہ یہ کام یا اپنی امن زندگی کیلئے کرتاہے یا اپنی زندگی کو دین اسلام کی زندگی پر فوقیت دیتا ہے ۔ تو اس نے یقینًا شہادت حق دینے میں سخت کوتاہی کی یا اس اسلام کے خلاف دوسرے نظاموں کے حق میں شہادت دی یہ ایسی شہادت ہے جو دوسروں کو بھی اسلام کی طرف آنے سے روکتی ہے ۔ اس لیے کہ وہ دیکھتے ہیں کہ اہل اسلام اسلام کے حق میں نہیں بلکہ اسلام کے خلاف شہادت دے رہے ہیں ۔ اور اس شخص کا انجام عظیم بربادی ہے جو اپنے اس دعوے کی بنا پر کہ وہ مسلم ہے تمام لوگوں کو اسلام سے روکتا ہے ۔ حالانکہ وہ دین کا مومن نہیں ہوتا بلکہ وہ دین سے روکنے والا ہوتا ہے ۔

ہمارے لیے صحیح طریقِ کار ؟

آج بھی ہم جاہلیت میں گھرے ہوئے ہیں ۔ یہ جاہلیت بھی اُسی خُوبُو کی ہے جس سے اسلام کو صدر اول میں سابقہ پیشآیا تھا ۔ بلکہ اُس سے بھی ت آریک تر جاہلیت یوں نظر آتا ہے کہ ہمارا تمام ماحول جاہلیت کے چنگل میں گرفت آر رہے ۔ ہمارے افکار و عقائد ، ہماری عادات واطوار ، ہماری ثقافت اور اس کے مآخذ ، ادب اورآرٹ ، مروّجہ نظام اور قوانین ان سب میں جاہلیت کی روح سرایت کیے ہوئے ہے۔ یہاں تک کہ جن چیزوں کو غلطی سے اسلامی ثقافت ، اسلامی مآخذ، اسلامی فلسفہ اور اسلامی فکر سمجھا جاتا ہے وہ سب بھی جاہلیت کی مصنوعات ہیں ۔ یہی وجہ ہے کہ اسلامی اقدار ہمارے دلوں میں گھر نہیں کرتیں ، ہمارے اذہان و قلوب اسلام کے پاکیزہ اور اُجلتے تصور سے منور نہیں ہوتے ، اور ہمارے اندر انسانوں کی ویسی پاکیزہ و مثالی تنظیم برپا نہیں ہوتی جسے اسلام نے صدرِ اول میں برپا کیا تھا ۔

پس ہم پر لازم ہے اور اسلامی تحریک کا مخصوص طریقِ کار بھی یہی تقاضا کرتا ہے کہ تحریک کے دور تربیت و تعمیر ہی میں ہم جاہلیت کے اُن تمام اثرات و عناصر سے پاک رہیں جن میں ہم رہ بس رہے ہیں بلکہ اخذو استفادہ کر رہے ہیں ۔ ہم پر لازم ہے کہ ابتدا سے ہم اس خالص سرچشمہ ٔ ہدایت کی طرف رجوع کریں جس سے اسلام کے پہلے لاثانی معاشرے کے افراد نے فہم دین حاصل کیا تھا اور جس کے بارے میں اللہ تعالٰی نے یہ ضمانت دی ہے کہ وہ ہر گونہ اختلاط وآمیزش سے محفوظ رہے گا ۔ ہمیں کائنات اور حیاتِ انسانی کی حقیقت ، اور ان دونوں کے باہمی تعلق ، اور ان تمام چیزوں کے اور وجود کُلّی (اللہ تعالی کے وجود) کے باہمی تعلق کا صحیح تصور اس سرچشمہ سے حاصل کرنا ہوگا ۔ اور اسی ضمن میں یہ بھی معلوم ہوگا کہ زندگی کا صحیح تصور کیا ہے ؟ ہماری قدریں اور اخلاق کس نوعیت کے ہوں ؟ ہمارا نظامِ حکمرانی کس ڈھب کا ہو ؟ ہماری سیاست اور اقتصاد کن اصولوں پر قائم ہو ؟ غرض یہ کہ زندگی کے ہر ہر پہلو کے بارے میں اس کتاب ہدایت سے ہمیں رہنمائی حاصل کرنا ہوگی ۔ یہ امر بھی پیش نظر رہے کہ جب ہم ان مسائل کے بارے میں رہنمائی حاصل کرنے کے لیے اسلام کے چشمہ صافی (قرآن کریم) کی طرف رجوع کریں تو " علم برائے عمل " کے احساس و جذبہ کے ساتھ اُسے پڑھیں نہ کہ لُطف اندوزی ، تسکین ذوق اور بحث و تحقیق کے شوق کی بنا پر ۔ ہم یہ معلوم کرنے کے لیے اُس کی طرف رجوع کریں کہ وہ ہم سے کیس آ انسان بننے کا مطالبہ کرتا ہے تاکہ ویس آ انسان ہم بن کر دکھائیں ، ۔۔۔ یہ الگ بات ہے کہ مقصدِ حقیقی کے حصول کے دوران ہم پر قُرآن کا فنی کمال اور ادبی حُسن بھیآشکار ہوجائے گا ، اس کے حیرت انگیز قصے ہمارا دامن دل پکڑیں گے ، مناظر قیامت بھیآنکھوں کے سامنے جھلکیں گے ، اور اُس کی وجدانی منطق کی بھی ہم گلگشت کریں گے ۔ الغرض وہ سب لذتیں ضمناً ہمیں حاصل ہوں گی جن کی طلب میں ارباب ذوق سرگرداں رہتے ہیں ۔ بے شک ان سب فوائد لذائذ سے ہم ہمکنار ہوں گے لیکن یہ چیزیں ہمارے مطالعہ کا اصل مقصد نہ ہوں گی ۔ ہمارا اصل مقصد صرف یہ معلوم کرنا ہوگا کہ قرآن ہم سے کس طرح کی عملی زندگی کا مطالبہ کرتا ہے ؟ زندگی اور کائنات کے بارے میں وہ اجمالی تصوّر کیا ہے جس پر ہمیں قرآن قائم کرنا چاہتا ہے ؟ وہ ہمیں اللہ تعالٰی کے بارے میں کس نوعیت کا شعور اور احساس رکھنے کی تلقین کرتا ہے ؟ اُسے کس قسم کے اخلاق پسند ہیں ؟ اور وہ زندگی میں کس ڈھنگ کا قانونی اور دوستوری نظام نافذ کرنے کا خواہاں ہے ؟ ۔

جاہلیّت سے مکمل مقاطعہ

ہمارا یہ بھی فرض ہوگا کہ ہم اپنی ذاتی زندگیوں میں جاہلی معاشرے کے شکنجے سے ، جاہلی تصوّرات کی گرفت سے ، جاہلی روایات کے دباؤ اور جاہلی لیڈر شپ کے تسلّط سے آزادی حاصل کریں ۔ ہمارا مشن جاہلی معاشرے کے عملی نظام کے ساتھ مصالحت کرنا نہیں ہے ، اور نہ ہم اس کے وفادار بن کر رہ سکتے ہیں ۔ جاہلی معاشرہ اپنے جاہلی اوصاف وخصائص کی وجہ سے اس قابل نہیں ہے کہ ہمارے اور اُس کے درمیان مصالحت کا رویّہ قائم ہوسکے ۔ لہٰذا ہمارا کام یہ ہونا چاہیے کہ ہم پہلے اپنے آپ کو بدلیں تاکہ بالآخر معاشرے کو تبدیل کرسکیں ۔ ہمارا اوّلین مقصد معاشرے کے عملی نظام میں انقلاب ہے ۔ جاہلی نظام کو بیخ وبن سے اُکھاڑ پھینکنا ہے جو اسلامی نظامِ زندگی کے ساتھ بنیادی طور پر متصادم ہے ، اسلامی تصوّرات کی ضد ہے ، اور جو ہمیں جبروتشدّد کے وسائل کا سہارا لے کر اُس نظامِ زندگی کے زیر سایہ زندگی بسر کرنے سے محروم کر رہا ہے جس کا مطالبہ ہم سے اللہ تعالٰی کرتا ہے ۔ زندگی کے اس نئے سفر میں ہمارا سب سے پہلا قدم یہ ہوگا کہ ہم جاہلی معاشرے اور اس کی تمام اقدارونظریات پر غلبہ پانے کی کوشش کریں۔ اور جاہلی معاشرے کے ساتھ سودابازی کرنے کے لیے ہم اپنی اقدار حیات اور اپنے نظریات میں سر مُو تبدیلی گوارا نہ کریں ۔ ایسی باتیں ہمارے حاشئہ خیال میں بھی نہ آنی چاہئیں ۔ ہمارا راستہ الگ ہے اور جاہلیّت کا راستہ الگ ! اگر ہم ایک قدم بھی جاہلیت کے ساتھ چلے تو نہ صرف ہم اپنے نظامِ حیات کا سررشتہ ہاتھ سے چھوڑ بیٹھیں گے بلکہ راہِ حق کو بھی گم کر بیٹھیں گے۔ بے شک اس کٹھن اور دشوار گزار راستے میں ہمیں جبرو تشدّد کا اور تکالیف و مصائب کا سامنا کرنا ہوگا اور ہمیں بڑی بڑی قربانیاں بھی دینا ہوں گی ۔ لیکن اگر ہم اُس راہ کے مسافر ہیں جس پر پہلی بے مثال و منفرد اسلامی جمیعت چل چکی ہے ، اگر ہم اُن نفوس قدسیہ کے نقشِ پا پر چلنا چاہتے ہیں جن کے ذریعے اللہ تعالٰی نے اپنے پاکیزہ وبرتر نظام کو دنیا کے اندر جاری فرمایا اور اُسے جاہلیت پر نُصرت و غلبہ بخشا تو پھر ہمیں یہ سب کچھ سہنا ہوگا ، اور ہم اپنی مرضی کے مالک نہیں ہوں گے ۔ لہٰذا بہتر یہی ہے کہ ہم ہر وقت اس امر سے باخبر رہیں کہ ہمارے طریقِ کار کی فطرت و مزاج کیا ہے ، ہمارے مؤقف ومسلک کی رُوح کیا ہے اور اُس راستے کے نشیب و فراز کیا ہیں جس پر چل کر ہم جاہلیت کے گھٹا ٹوپ اندھیروں سے اُسی کامیابی کے ساتھ نِکل جائیں جس کامیابی کے ساتھ صحابہ ٔ کرام کی ممت آزولاثانی جماعت نِکلی تھی۔

فرد قائم ربط ملت سے ہے تنہا کچھ نہیں
موج ہے دریا میں اور بیرون دریا کچھ نہیں

جشن آزادی پاکستان

شیخ خالد حقانی حفظہ اللہ

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله والصلاة والسلام على رسول الله وعلى آله وأصحابه ومن والاه :

امابعد :قال تعالى بعد اعوذ بالله من الشيطن الرجيم

وَإِذْ قُلْنَا ادْخُلُوا هَذِهِ الْقَرْيَةَ فَكُلُوا مِنْهَا حَيْثُ شِئْتُمْ رَغَدًا
وَادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا وَقُولُوا حِطَّةٌ نَغْفِرْ لَكُمْ خَطَايَاكُمْ وَسَنَزِيدُ
الْمُحْسِنِينَ (58) فَبَدَّلَ الَّذِينَ ظَلَمُوا قَوْلًا غَيْرَ الَّذِي قِيلَ لَهُمْ
فَأَنْزَلْنَا عَلَى الَّذِينَ ظَلَمُوا رِجْزًا مِنَ السَّمَاءِ بِمَا كَانُوا يَفْسُقُونَ (59)

دڅوارلسم اگست دورځي په مناسبت چه دپاکستان دآزادی ورځ شمارلی کیږی، ستاسو په خدمت کښے څو خبری کول غواړم ، ځه نن هغه خبری نه کوم چه آیا دپاکستان جوړول یو عالمی سازش وو چه دهندوستان دمسلمانانو قوت تقسیمول مقصود وو چه لویو لویو علماء کرامو ددے مخالفت کولو لکه علامه شیخ الاسلام حسین احمد مدنی یا علامه عطاء الله شاه بخاری رحمه الله وغیره ، او نه په دې خبري کوم چه دپاکستان جوړونکی څوک وو آیا هغوي په ربښتیا دمسلمانانو نمائندگی کونکی دمسلمانانو په درد دردیدونکی او دهغوي دظلم نه خلاصونکی خلق وو ، آیا رشتیا هم دغه خلقو مسلمانانو ته یو جدا ملک جوړول غوښتل یا یے بیا دانګریز یوه خطرناکه منصوبه سرته رسوله ، ځه په دغه موضوعاتو خبری کول نه غواړم ځکه چه ځما نه مخکښے نورو علماء کرامو ، تاریخ پوهانو ، او په سیاست ژور نظر لرونکو ملګرو وخت په وخت په دغه موضوع تفصیلی خبری کړې دې .

زما موضوع دغه ده چه که په هر شکل وو او دهر چاپه لاس پاکستان آزاد کړے شو ، نو آیا نن پاکستان آزاد دے ، د آزادی معنی څه ده ، اوآیا پاکستان نن یو اسلامي ملک دے ، دپاکستان او نورو ملکونو تر مینځه څه فرق دې ، دا څوک دې چه ددے قوم سره بے دومره لویه دهوکه اوکړه او کله به دغه قوم دغفلت ددے خوب نه را ویخیږې . دا داسے سوالونه دې چه اول دے سوالونو ته متوجه کیدل پکار دې او بیا ئے ځواب لټول او دهغه دپاره حرکت کول دې .

ننی کلیزه دپاکستان اویایمه کلیزه ده ، اویا کاله هغه عمر دې چه یو انسان دغه عمر ته اورسیږي نو هغه ته بابا وئیل کیږی ، او که په دومره عمر کښے څوک سم نه شی نو بیا دهغه دسمیدو هیڅ امکان نه وې ، په عربی ژبه کښے اویا کاله د ډیر والی دپاره استعمالیږی الله تعالی دمنافقینو په باره کښے خپل رسول صلی الله علیه وسلم ته فرمائی ؛ ان تستغفر لهم سبعین مرة فلن یغفر الله لهم ” که ته دوئ له اویا پیری بخښنه اوغواړي بیا هم الله تعالی دوئ ته بخښنه نه کوي . ددے نه مراد ډیري پیری ده نه دا چه که نبی صلی الله علیه وسلم داویا پیرو نه زیاته بخښنه هغوئ له اوغواړي نو الله به ورته بخښنه اوکړې . یعنی دپاکستان دجوړیدو ډیر وخت اوشو لیکن دکوم مقصد چه دې قوم ته ویلے شوې وو هغه مقصد پوره نشو ، هغه خلق چه هغوئ دا نعرے لګولے چه“ پاکستان کا مطلب کیا! لا اله الا الله” ، والله اعلم چه په هغو خلقو کښے به نن څو کسان ژوندې وې ، داسے خلق به هم ډیر کم وې چه هغوئ ته یاد دې چه پاکستان جوړیدو او خلقو دغه نعرے لګولی ، البته ماته او هر یو تن ته چه په پاکستان کښے اوسیږی دا خبره په تواتر سره را رسیدلی ده چه پاکستان دیو مسلمان ملک په نوم جوړ شوې وو دې قوم سره دا وعده شوې وه چه په پاکستان کښے به اسلامي نظام وې خو اوس په پاکستان کښے کوم نظام دې ؟.

نن دا رنګینی ، او خوشحالی چه دپاکستان په ښهرونو کښے لیدل کیږی دا یوه ښکاره دوکه ده چه دجشن آزادی په نوم باندې لمانځل کیږی ، دا صرف هغه یو شور اوډرامه ده چه خلق په دروغو دربښتیاو یقین اوکړي او هم دغسی په دهوکه کښے پاتی شی .

آیا ددے قوم سره دا خیانت په هغه وخت کښے او نه شو چه څرنګه دلکونو خلقو دقربانو نه وروسته دا ملک وجود ته راغے نو فورا پکښےداسلامي نظام په ځائے جمهوری نظام قائم کړے شو ، آیا دا خیانت هغه وخت او نه شو چه دجوړویدو سره سم دامریکا سره دا لوظ نامه لاس لیک کړې شوه چه پاکستانی حکومت به دروس خلاف په یخ جنګ کښے دامریکا سره وې .

دا خوزړے خبرے وے راځی چه نن اوګورو چه پاکستان څومره آزاد دے او آیا مونږ په یو آزاد ملک کښے اوسیږو ،یا مونږ دغلامی په زنځیرونو تړلی شوې یو او بیا هم دغه یو سبق مونږ ته یادولی شی چه مونږ آزاد یو او مونږ اویا کاله مخکښے آزادي حاصله کړیده . بلکه حقیقت دا دئ چه اویا کاله مخکښے مونږ دیو مالک او بادار غلامان وو او اوس مونږ دهغه مالک دغلام غلامان یو ، پرون مونږ غلامان وو خو دا احساس مو کولو چه مونږ غلامان یو او نن مونږ غلامان یو خو لیکن زمونږ نه هغه احساس سلب کړې شوې دې ، پرون مونږ غلامان وو خو په دې کوشش کښے وو چه مونږ څرنګه دغلامی نه ځان خلاص کړو لیکن نن مونږ داسے غلامان یو چه مونږ دخپلے آزادی هیڅ تصمیم نه لرو .

آیا دا زمونږ آزادي ده چه زمونږ په ملک کښے کفري جمهوری نظام نافذ دے آیا دا ملک ددے دپاره آزاد کړے شوي وو ؟ آیا دپاکستان کا مطلب کیا لا اله الا الله معنی دغه مغربی جمهوریت دے؟ آیا اسلامي ملک هم دې ته ویلی کیږی چه په هغه کښے په ایګریمنټ سره سنیما چلول قانونی حیثیت لري او جائز وي ؟ آیا اسلامي قانون به هم دا وي چه په هغه کښے سودې کاروبار ته باقاعده دملک دپارلیمان

دجواز سند میلاؤ وي ؟ آیا اسلامي ملک به هم دا وي چه په هغه کښې په کلونو دغه بحث روان وي چه رجم یو اسلامي حکم دي او که نه ، آیا داسلام او الله حاکمیت به هم دا وي چه یو شرعی حکم په قانونی حیثیت تر لاسه کولو کښې دپارلیمان تصویب ،توثیق او پاس کولو ته محتاج وي . نه بلکه معلومه شوه چه پاکستان یو آزاد ملک دے یعنی یو لیبرل ملک جوړ کړې شوې دې دا هغه آزادي نه ده کومه آزادي چه مونږ ته خیال کښې راغې ، دانګریز نه آزادي نه ده بلکه د انګریز آرډر خو لاهم مضبوط شو چه مخکښې هغه آرډر دمنلو لپاره دلته راغلی وو او نن هغه په لندن کښې ناست دې خو خلق دهغه آرډر دلته منی ، نه دآزادي دالله تعالی دقانون او دهغه درتې نه آزادي ده ، دا هغه آزادي ده چه په دې کښې مذهبی آزادي ده یو سړې سحر مسلمان شی ماښام هندو شی صبا له عیسائی شی بله ورځ قادیانی شی نو هیڅ خبره نشته ، آیا دغه آزادي دانګریز نه آزادي ده آیا انګریز مونږ په دې مجبوره کوي چه تاسو به په یو دین او یو مذهب اوسیږی که الله تعالی ؟ دا هغه آزادي ده چه په دې کښې شخصی آزادي حاصله ده هرسړي ته اختیار دے چه څه کوی هغه کولے شی خپله خوښه خپله اختیار دے آیا دغه آزادي اسلامي آزادي ده ، دا هغه آزادي ده چه په دې کښې دکاروبار آزادي ده که څوک جائز او ناجائز کاروبار کوی دهغهٔاختیار دے که څوک سنیما چلوې که څوک دفحاشی او عریانی اډے چلوې که څوک شراب خرڅوي که څوک دسود او جواری په شکل کاروبارونه کوي، دا ټول اختیار دے۔ آیا اسلام دغه آزادي ورکوې .دے کښې سیاسی او اجتماعی آزادي ده په دې کښې دهرقسم جلسو جلوسونو ، دهرقسم ګروپونو او پارټو جوړولو آزادي ده ، په دې ملک کښې لیبرل او سیکولر خلق هم خپل ګوند جوړولی شی او هغې ته دعوت ورکولی شی ځکه پاکستان یو آزاد ملک دې، کمیونسټ او سوشلسټ خلق هم خپل ګوندونه جوړوي او موجود دي او په مختلفو کانفرنسونو کښې هغوئ ته اجازه ده چه خپلو افکارو طرف ته دعوت ورکړې ځکه چه پاکستان یوآزاد ملک دے او ډیر داسے خلق شته چه دهغوئ منشور کفری ، دهغوي افکار کفري دهغوئ دعوت کفري دے،هغوئ داسلام خلاف برملا نعرے لګوې لیکن هیڅ څوک هم کوم عدالت ته دهغوئ په خلاف رجوع نه شی کولے ځکه چه آزادي ده او هم ددغه اسلامي ملک دغه اسلامي عدالتونو دوئ ته آزادي ورکړیده ، ځکه چه پاکستان یو آزاد ملک دے او آزاد ریاست دي اویا کاله مخکښې آزاد شوې دې . سبحان الله . ددې ملک آزادي هم دغه وه چه په یو ټیلی فون ئے دټول ملک اختیارات او واګے دامریکا په لاس کښې ورکړے ، دمسلمان په خلاف دخپلے خاورے داستعمال اجازه به هم شاید ددے ملک دآزادی په وجه وي ، آیا ددے ملک دا اسلامي آئین ددغه خبرے خلاف دے نو بیا ولے څوک ددے دومره خطرناکے مقدمے چلونکی نشته ، آیا دا ددے ملک آزادی وه چه سفیر اونیسی او امریکا ته ئے حواله کړي ، آیا داد دے ملک آزادي وه چه خالد شیخ او یوسف رمزی په دے آزاد ملک کښې نیولے کیږی او بیا امریکا ته حواله کیږی او هم هلته پرې مقدمه چلیږی ، آیا دا ددے ملک آزادي ده چه ایمل کاسی اونیسی او امریکا ته ئے حواله کړي ، او بیا په آخر کښې د آزادی هغه لوې ثبوت او کارنامه چه خپله لور نیسی او دښمن ته ئے حواله کوي دغه آزادي دے هم دے خلقو ته مبارک شی .

ای قومه رابیدار شی !ولی دا خپل ضمیر تاسو داسے خرڅ کړے دے ولے دغلامی په دے پنجره کښې دومره خوشحاله یی؟ څرنګه نن تاسو چراغان کوی ، څرنګه دا ډانسونه او نڅاګانے کوی چه تاسو آزادي ترلاسه کړیده ده ، ای په آزادي خوشحالی کونکو ستاسو دغه آزادي وه چه ریمنډ ډیوس په دې آزاد ملک کښې ددے آزاد ملک دوه کسان اووژل ، بیا بندي شو او بیا لاړو ددے ملک داوسیدونکو آزادو خلقو بس هم دومره قیمت وو ، او بلی خواته ممتاز قادری چه درسول الله په ناموس ئے په دے آزاد اسلامي ریاست کښې غیرت کړے وه دهغه غیرت نتیجه هغه ته دغه شوه چه هغه په دار را اوزرولے شو ، دغه آزادي ده چه تاسو پرے خوشحالی کوی ، ستاسو وینه لا دآزادو خلقو وینه نه ده ګرځیدلے ، ستاسو ضمیرونه لا دآزادو خلقو ضمیرونه نه دي ګرځیدلي ، ستاسو په دنیا کښې هیڅ قیمت نشته ، ستاسو لاشونه دامریکا ، برطانیه او غربیانو په وړاندے دتحفے په طور پیش کولے شی ، دوزیرستان نه واخله تر سواته پورې علاقه ولی بمبار کړے شوه دا دکوم بهرنی ملک لخوا اوشو او که دا مونږ سره ددے آزاد ریاست ښیګړه وه ؟ دا صرف دبش اوبامه او ډونل ټرمپ دخوشحالی حاصلولو لپاره ، دا دچا کورونه وو چه دهغو ترخښتو او سیخونو پورې خرڅ کړے شو ، دکورونو پرنیچر او بسترے ئے هم غنیمت اوګڼړلے شوے او اوس هم مونږ آزاد یو . دا آزادي زمونږ نه ده بلکه دا دهغه دوه ویشتو خاندانونو آزادي ده چا ته چه په دے ملک کښې مکمل واک او اختیار حاصل دے څوک چه زمونږ او ستاسو دسرونو مالکان ګڼړلے کیږی، چاته چه زمونږ دوینو تویولو هروختی اختیار دے ، دچاچه زمونږ په مالونو اووسائلو مکمل قبضه ده ، اصلي آزادي هم هغوئ ته حاصل ده . پرون زرداری او نن نواز شریف دملک خزانه لوټ کړه ، او اوس دعمران نمبر دے ، دهیڅ یو تن په تاسو پرواه نشته ،ستاسو دبچو دخولے نه نوری راکاږي ، دقحط او لوږے دوجه نه دخلقو بچي مري ، او دوئ په محلاتو کښې ناست دي ، ددوئ سرمایي بهر

ملکونو ته منتقل کیږي ، صرف په هغه وخت کښے چه کله دفوج په امورو کښے څوک مداخله اوکړي نو هغه نا اهله کړے شی چه دملک خزانه ئے لوټ کړئے ده ځکه نا اهل شو او بیا داقوم خوشحالی او اتنړونه کوي چه زمونږ په وجه نا اهل شو ، افسوس چه دا خلق پوهیدلے، هغه بل ولے نا اهل نه شو دچا اسونو چه به منړې خوړلے؟ لیکن دا تاسو ته یوه تسلی درکولے شي چه گوندے ستاسوپه دے ملک کښے څوک خبر اخیستونکے شته .

دا آزادي نه ده ،مونږلا کامل غلامان یو خو یاد ساتی دا الله له طرفه په مونږ یو عذاب مسلط دے او هغه عذاب په څه وجه دے، راځی چه دالله کتاب ته رجوع اوکړو : الله تعالی بنی اسرائیلو ته دیو آزاد اسلامي وطن دورکولو دپاره دهغه وطن بعضی صفات بیانوي او بیا ورته منشور ښائی ؛ واذ قلنا ادخلوا هذه القریة : دغه آزاد وطن چه الله تعالی بنی اسرائیلو ته دیو لوې جهاد په برکت سره ورکړو الله تعالی ورته دهغه وطن دوه صفات ذکر کوي ” واذ قلنا ادخلوا هذه القریة فکلوا منها حیث شئتم ” بطور انعام یو هغوئ ته په دغه ملک کښے دمسکن او سکونت آزادي ورکوې چه کوم ځائے زړه غواړي هم هغلته اوسیږئ او دویم درزق فراوانی ،وسعت بیانوې فکلوا منها ،او بیا ورته په دے ملک کښےداوسیدولو او دے ملک ته دداخیلدلو منشور ښائی، اول وادخلوا الباب سجدا ، چه دښار او ملک درواځو ته سجده کونکی داخل شی یعنی تکبر مه کوی ، ډانسونه او نڅاگانی مه کوی بلکه په عاجزی سره دا خل شی ، بله معنی دا چه الله تعالی ته سجده کونکی داخل شی یعنی دا آزادي دخلقو نه آزادي ده نه دالله نه، بلکه دالله غلامی به وي ، کامله تابعداري به وې دالله قانون به بغیر دڅه چون او چرا نه نافذ وې ، او دا به دهغه وخت نه وي چه څرنگه تاسو په دروازه داخلیږی دا نه چه اویا کله تیر شی او صرف په آئین کښے دا وعده لیکلے شوے وې چه دملک قوانین به داسلامي احکاماتو موافق کولے شی ، بلکه وادخلوا الباب سجدا ،وقولوا حطة، بل به استغفار کوی دالله نه به دگناهونو بخښنه غواړی عجب او کبر به نه کوی په فعل کښے هم دالله تابعدارې او په قول کښے هم دالله تابعدارې دا دآزاد اسلامي ملک آئین او قانون دې بالفعل او عملی تابعدار، نه تشے وعدے ، بیا الله تعالی ددے سره دگناهونو دمعافی او دنیکانو خلقو دزیاتولو وعده کوې .

بیا وروسته هم دغه شان دبنی اسرائیلو خیانت ذکر کوې فبدل الذین ظلموا قولا غیر الذی قیل لهم ، بنی اسرائیلو هم دغه شان دآزاد ریاست دحصول نه وروسته هم قول بدل کړو داستغفار او دالله نه بخښنے غوښتلو او شکریے اداء کولو په ځائے تپوقے مسخرے شروع کړے ، او فعل ئے هم بدل کړو او الله تعالی ته ئے سجده او نه کړه بلکه دهغے په مقابل کښے ئے بل څه شروع کړل هم دلته دغه شان دشکریے په ځائے د خلقو مخه کلبونو او د ډانس او نڅا سنټرو ته اوکړه او فعلا هم دالله دتابعداری په ځائے بغاوت شروع کړے شو ، دالله تعالی رټ او حاکمیت چیلنج کړے شو ، دپارلیمان او جمهوریت په بالادستی سره دالله رالیږلے شوے منظور شده قانون دے ته محتاج کړے شو چه دایوان دارکانو نه دقانونیت سند ترلاسه کړي .هلته دبنی اسرائیلو ددغه عمل نتیجه هم دغه راووتله چه الله فرمائی : فانزلنا علی الذین ظلموا رجزا من السماء بما کانوا یفسقون ،نن په دے سټیټ کښے هم دغه حال شو، قسما قسم عذابونه دالله تعالی متوجه دې، کله زلزلے ، کله سیلابونه ، کله ډینگي ماشی ، کله قحطونه او کله یو عذاب او کله بل عذاب .

او نن دالله تعالی لوی عذاب په دې ملک باندے دامن ختمیدل او دخوف او ویرے حکمراني ده، دا ولے ؟ دا ځکه چه د آزاد اسلامي ریاست منشور نه دے نافذ شوے دالله سره غدر شوے دے ، دقوم سره غدر شوے دے ، کفري نظام ته په اسلام ترجیح ورکړے شویده .الله تعالی فرمائي وضرب الله مثلا قریة کانت آمنة مطمئنة یأتیها رزقها رغدا من کل مکان فکفرت بانعم الله فاذا قها الله لباس الجوع والخوف بما کانوا یصنعون . راځی نن په خپله ددغه عذابونو نه دبچ کیدلو او ددغه مرضونو علاج را اوباسو او هغه دا چه داملک په یو اسلامي ملک باندے بدل کړو ، دا په حقیقت کښے یو آزاد ملک جوړ کړو او ددغه خائن حکومت او غدار فوج خلاف تر هغه وخته او جنگیږو چه دوي اسلامي نظام ته سرښکته کړي او داسلام او اسلام غوښتونکو خلاف جنگ بند کړي .

من جوامع الکلم

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ كَانَ عَلَى ثَقَلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلٌ يُقَالُ لَهُ كِرْكِرَةُ فَمَاتَ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هُوَ فِي النَّارِ فَذَهَبُوا يَنْظُرُونَ إِلَيْهِ فَوَجَدُوا عَبَاءَةً قَدْ غَلَّهَا.

ترجمہ : عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ کے سامان کے پاس ایک آدمی تھا جسے کرکرہ کہاجاتا تھا تو وہ مرگیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: وہ آگ میں ہے تو صحابہ اسے دیکھنے گئے تواس کے پاس ایک چادر پائی جسے اس نے چوری کیاتھا۔ لفظ غلول مطلق خیانت کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے اور خاص کر مال غنیمت کی خیانت کے لئے بھی اور مال غنیمت میں چوری اور خیانت کا جرم عام چوریوں اور خیانتوں سے زیادہ اشد ہے، کیونکہ مال غنیمت میں پورے لشکر اسلام کا حق ہوتا ہے، تو جس نے اس میں چوری کیا س نے سینکڑوں ہزاروں آدمیوں کی چوری کی، اگر کسی وقت اس کو تلافی کا خیال بھی آئے تو بہت مشکل ہے کہ سب کو ان کا حق پہنچائے یا معاف کرائے۔ بخلاف دوسری چوریوں کے کہ مال کا مالک معلوم و متعین ہے، کسی وقت اللہ نے توبہ کی توفیق دی تو اس کا حق ادا کر کے یا معاف کرا کر بری ہوسکتا ہے، یہی وجہ تھی کہ ایک غزوہ میں ایک شخص نے اون کا کچھ حصہ چھپا کر اپنے پاس رکھ لیا تھا، مال غنیمت تقسیم ہونے کے بعد اس کو خیال آیا تو حضور (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی خدمت میں لے کر حاضر ہوا۔ آپ نے باوجود رحمتہ للعالمین ہونے اور امت پر ماں ب آپ سے زیادہ شفیق ہونے کے اس کو یہ کہہ کر واپس کردیا کہ اب میں اس کو کس طرح سارے لشکر میں تقسیم کروں، اب تو قیامت کے روز ہی تم اس کو لے کر حاضر ہو گے۔ اسی لئے غلول کی سزا بھی عام چوریوں سے زیادہ اشد ہے کہ میدان حشر میں جہاں ساری مخلوق جمع ہوگی ، سب کے سامنے اس کو اس طرح رسوا کیا جائے گا کہ جو مال چوری کیا تھا وہ اس کی گردن پر لدا ہوا ہو گا، صحیحین میں بروایت حضرت ابوہریرہ مذکور ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا دیکھو ایسا نہ ہو کہ قیامت میں کسی کو اس طرح دیکھوں کہ اس کی گردن پر ایک اونٹ لدا ہوا ہو (اور یہ اعلان ہوتا ہے کہ اس نے مال غنیمت کا اونٹ چرایا تھا) وہ شخص اگر مجھ سے شفاعت کا طالب ہوگا تو میں اس کو صاف جواب دے دوں گا کہ میں نے حکم الہی پہنچا دیا تھا اب میں کچھ نہیں کر سکتا۔ اللہ بچائے یہ میدان حشر کی رسوائی ایسی ہوگی کہ بعض روایات میں ہے کہ جن کے ساتھ یہ معاملہ ہوگا وہ تمنا کریں گے کہ ہمیں جہنم میں بھیج دیا جائے مگر اس رسوائی سے بچ جائیں۔ اللہ تعالی ہم سب کو غنیمت کی خیانت سے بچائے آمین۔